Baitussalam.org | Baitussalam_org | Baitussalam_org | +9221-111-298-111

دینی اخلاقی اور معاشرتی اقدار کا علمبردار

ماہنامہ

فہمِ دین

•جلد 07/•شمارہ 09/•اپریل 2018

WWW.BAITUSSALAM.ORG

+92 21 3567 5525 - +92 21 3521 5251
arabianjeweller@gmail.com
www.arabianjewellers.com
Arabianjewellers Arabianjewellers Arabianjewellers

زیر سرپرستی

عبدالستار

فہم و فکر

اپریل فول — مدیر کے قلم سے — 04

امتیازی سلسلہ

فہم قرآن — شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم — 05

فہم حدیث — مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ — 06

آئینہ زندگی — حضرت مولانا عبدالستار حفظہ اللہ — 08

مضامین

راہِ سنت — محمد کاشف تبسم — 10

حضرت رجاء بن حیوۃ رحمۃ اللہ علیہ — حذیفہ رفیق — 12

موبائل اور نیکیاں — ڈاکٹر ذیشان الحسن عثمانی — 14

مسائل پوچھیں اور سیکھیں — مفتی محمد توحید — 16

سلطان محمد فاتح کا حیرت انگیز کارنامہ — طارق محمود — 18

باورچی خانہ اور ہماری صحت — حکیم شمیم احمد — 20

خواتین اسلام

سحر — وزیہ ظفر — 22

باپ کا بیٹی کے نام خط — محمد دانش — 24

پہاڑ اور مکھی — کائنات غزل — 26

عکس — اہلیہ احسن احمد شریف — 28

پوراپاگل — ثانیہ ساجد عیسانی — 32

باغیچہ اطفال

جھوٹ کا انجام — زرمین کامران — 34

جنگل کہانی — قرۃ العین ہاشمی — 36

ویم کا وقت — ڈاکٹر الماس روحی — 38

ننھے ادیب — 39

انعامات ہی انعامات — 40

بزم ادب

موج تبسم — ابن تبسم — 41

اپریل فول — جوہر عباد — 42

ایمان کی معراج — ابن گل — 43

ہمارے علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ — ارسلان اللہ خان — 43

بچوں کے فن پارے — 45

گلدستہ — 46

باتیں آپ کی — 49

اخبار اسلام

خبرنامہ — ادارہ — 50

دینی اخلاق اور معاشرتی اقدار کا علمبردار

ماہنامہ

فہم دین

کراچی

اپریل 2018ء

مدیر	محمد خرم شہزاد
نائب مدیر	محمد کاشف تبسم
منتظم	خالد عبدالرشید
کمپوزنگ	مظفر علی
نظرثانی	طارق محمود
تزئین و آرائش	نوید عزیز

آراء و تجاویز کے لیے

0304-0125750 | 0333-4573885

ڈاک سے متعلق امور کے لیے

0323-3229313 | 021-35393912

اشتہارات کے لیے

0314-2981344

marketing@fahmedeen.org

خط و کتابت بذریعہ منی آرڈر رسالہ کے اجراء کے لیے

26-C گراؤنڈ فلور بن سیٹ کمرشل اسٹریٹ نمبر 2 خیابان جامی، بالمقابل بیت السلام مسجد ڈیفنس فیز 4 کراچی

زرِ تعاون

فی شمارہ:	40 روپے
اندرون کراچی سالانہ (بذریعہ کوریئر):	520 روپے
بیرون کراچی سالانہ (بذریعہ رجسٹری):	520 روپے
بیرون ملک بدل اشتراک:	35 ڈالر

اپریل فول

مدیر کے قلم سے

دُنیا روشنیوں کی طرف کیا بڑھ رہی ہے، تاریکیاں بڑھتی ہی جا رہی ہیں، بھلا بجھے چراغ بھی روشنیاں کر سکتے ہیں! ''نئی روشنی'' نے تو یہ کمال کر دِکھایا کہ

تھا جو نا خوب، بتدریج وہی خوب ہوا
کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر

مادیت کی دوڑ نے ''غلامی کے میدان'' بھی زیادہ کر دیے۔ کونسا زاویہ ہے زندگی کا، جس میں ہم نقالی کو اپنے لیے فخر نہیں سمجھتے۔ اس نے ہر نہ کرنے کے کام کو زندگی کا لازمہ بنا کر دِکھا دیا۔ برائیاں ہنر بن گئیں اور اچھائیاں عیب شمار ہونے لگیں۔ ہر برائی کی جڑ ''بے حیائی'' تھی، اسے ''ویلنٹائن ڈے'' کا لبادہ اوڑھا کر چوراہوں پر سجا اور جاموں میں لنڈھا دیا گیا اور ''بابرکت جمعہ'' کو اغیار نے ''بلیک فرائیڈے'' بنا دیا۔ جس برائی کے مرتکب پر خدا بھی لعنت بھیجے آج دُنیا کی قیادت کرنے والی مسلم قوم کو بدھو بنانے کے لیے ''اپریل فول'' کا مکارانہ نام اس کے حصے میں آیا۔

غزوہ تبوک سے واپسی ہو چکی تھی، مسجدِ نبوی ﷺ میں دربارِ نبوی ﷺ لگا ہوا تھا، صحابہ دیکھ رہے تھے کہ ''جھوٹا جائے، ہنستا آئے اور سچا جائے، روتا آئے'' کی چھلنی لوگوں کو دو حصوں میں تقسیم کرتی جا رہی تھی۔ 80 منافقین ''وقتی نفع اور خوشی'' کے لیے ایک جھوٹ بول کر ''دائمی نفع اور ہمیشہ کی خوشی'' سے محروم ہوگئے اور تین صحابہ نے ''سچ کا کڑوا گھونٹ'' پی لیا اور ''وقتی نقصان اور عارضی رنج'' کو سینے سے لگا لیا لیکن قیامت تک کے لیے قرآن میں سچوں کے امام بن گئے۔ اللہ نے پوری امتِ مسلمہ سے کہہ دیا کہ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کہ ایسے سچوں کے ساتھ رہا کرو۔

دُنیا دھوکے کا گھر ہے، اس کی گنگا الٹی ہی بہتی ہے، ایک طرف رسول اکرم ﷺ خوش خبری سناتے نظر آتے ہیں کہ تاجر ہو اور سچا ہو تو حشر میں انبیا کے ساتھ ہوگا، آج کے تاجر سے پوچھو تو وہ یہ دُہائی دے رہا ہوتا ہے کہ تاجر ہو اور سچا بھی ہو تو پھر تجارت کیسی ہوگی۔ کیسی عقل ماری گئی ہے کہ ایک طرف میرے اور آپ کی دِل کی دھڑکن محمد مصطفیٰ ﷺ کا قول ہے، جسے جانی دشمن بھی ''صادق وامین'' پکار اٹھے اور دوسری طرف چند ٹکوں کے نفع کے لیے ہر ایک بنیے سے سیانا بننے کے چکر میں اپنا ایمان داؤ پر لگائے بیٹھا ہے۔ چلو جہاں دمڑی دھیلا آئے، وہاں کوئی ''سیانا'' بننے کی کوشش کرے تو سمجھ میں آتا ہے، لیکن ''اپریل فول'' کی دھول چاٹنے میں کیا لذت آتی ہے؟ اس سے بڑھ کر کون ''فول'' ہوگا، جو مذاق مذاق میں اپنی جنت کھو بیٹھے اور جہنم کا مصداق بن جائے، صرف اتنا نہیں، بل کہ جس کو تکلیف پہنچا رہا ہے اور پریشان کر رہا ہے، کل قیامت میں اس کے گناہ بھی اسی ''فول'' کے کندھے پر لاد دیے جائیں گے۔

قارئین! مجھے امید ہے کہ کم سے کم آپ ایسے ''فول'' نہیں ہیں، بلکہ اس سے آگے بڑھ کر یہ بھی امید ہے کہ ہمارے حلقۂ احباب میں بھی کوئی ایسا احمق نہیں ہوگا، جو شیطان کو خوش کرنا، اللہ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کو ناراض کرنا اور اپنے مسلمان بھائی کو تکلیف پہنچانا چاہے، ایسی خوشی کا تو ماتم کرنا چاہیے، یہ ہنسی نہیں، رونے کا مقام ہے اور ایسی ہنسی اور خوشی انسان کی شخصیت کو گرا دیتی ہے، خوداعتمادی کو نقصان پہنچاتی ہے اور بہت دفعہ شرمندگی کا باعث بن جاتی ہے۔

قارئین! اپنی شخصیت کی تعمیر کے لیے، نوجوان نسل کے مستقبل کے لیے اور سب سے بڑھ کر امتِ مسلمہ کو پھر سے عظمتِ رفتہ دِلانے کے لیے ہمیں عزم کرنا چاہیے اور اپنی ذات سے ابتدا کرنی چاہیے کہ چاہے حالات کیسے ہی آئیں اور چاہے ظاہری طور پر کیسا ہی نقصان ہو رہا ہو، مجھے ہر حال میں سچ بولنا ہے اور ایسے پیارے انداز میں اور باوقار طریقے سے اور پورے اعتماد سے بولنا ہے کہ یہ شخصیت ساز صفت ہر ایک کے دِل میں گھر کر جائے۔

اب ایک سچ ہم بھی بولے دیتے ہیں، جو سچ بھی ہے اور خوش خبری بھی، وہ یہ کہ رمضان المبارک مئی کے بیچ سے شروع ہو رہا ہے اور ماہ نامہ فہمِ دین ہر سال کی طرح اس سال بھی رمضان المبارک اپنے قارئین کے ہمراہ منانا چاہ رہا ہے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ عید کی تیاری بھی آپ رمضان المبارک سے پہلے کر لیں اور دوسروں تک اپنے دِل کا درد اور کڑھن پہنچانے کے لیے کوئی پیاری سی بات ایسے پیارے انداز میں لکھ کر ہمیں فوراً کے فوراً ارسال کر دیں، جس کے بارے میں آپ کا دِل کہے کہ یہ پیاری سی بات اس پیارے سے انداز سے کسی اور نے نہیں کہی ہوگی، لیکن بس اپریل کی بیس، جی اپریل کی بیس پہ تحریروں کی وصولی کی بس ہو جائے گی، پھر نہ کہنا خبر نہ ہوئی اور ہاں اب کی بار کا ''فہمِ دین'' کیسا لگا، جو دِل کو بھائے، وہ ضرور بتائیں، یہ ''اظہار'' کا میدان ہے، اس لیے جو تحریر اچھی لگے، اس کا ''اظہار'' بھی کریں، تاکہ آپ کا یہ ''ماہ نامہ'' امتِ مسلمہ اور نوجوان نسل کی تعمیر وترقی میں ایک موثر کردار ادا کر سکے۔ والسلام

اخوکم فی اللہ
محمد خرم شہزاد

فہمِ قرآن

(آل عمران: 84-92)

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

قُلۡ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنۡزِلَ عَلَيۡنَا وَمَاۤ اُنۡزِلَ عَلٰٓى اِبۡرٰهِيۡمَ وَاِسۡمٰعِيۡلَ وَاِسۡحٰقَ
وَيَعۡقُوۡبَ وَالۡاَسۡبَاطِ وَمَاۤ اُوۡتِىَ مُوۡسٰى وَعِيۡسٰى وَالنَّبِيُّوۡنَ مِنۡ رَّبِّهِمۡ
لَا نُفَرِّقُ بَيۡنَ اَحَدٍ مِّنۡهُمۡ وَنَحۡنُ لَهٗ مُسۡلِمُوۡنَ 84

ترجمہ: کہہ دو کہ ”ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو (کتاب) ہم پر اتاری گئی اُس پر اور اُس (ہدایت) پر جو ابراہیم‘ اسماعیل‘ اسحاق‘ یعقوب اور (ان کی) اولاد پر ان کے پروردگار کی طرف سے اتاری گئی اور اُن باتوں پر جو عیسیٰ اور (دوسرے) پیغمبروں کو عطا کی گئیں۔ ہم ان (پیغمبروں) میں سے کسی کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے اور ہم اسی (ایک اللہ) کے آگے سر جھکائے ہوئے ہیں۔“ 84

وَمَنۡ يَّبۡتَغِ غَيۡرَ الۡاِسۡلَامِ دِيۡنًا فَلَنۡ يُّقۡبَلَ مِنۡهُ ۚ وَهُوَ فِى الۡاٰخِرَةِ مِنَ الۡخٰسِرِيۡنَ 85

ترجمہ: جو کوئی شخص اسلام کے سوا کوئی اور دین اختیار کرنا چاہے گا تو اس سے وہ دین قبول نہیں کیا جائے گا اور آخرت میں وہ ان لوگوں میں شامل ہوگا‘ جو سخت نقصان اٹھانے والے ہیں۔ 85

كَيۡفَ يَهۡدِى اللّٰهُ قَوۡمًا كَفَرُوۡا بَعۡدَ اِيۡمَانِهِمۡ وَشَهِدُوۡۤا اَنَّ الرَّسُوۡلَ حَقٌّ
وَّجَآءَهُمُ الۡبَيِّنٰتُ ‌ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِيۡنَ 86

ترجمہ: اللہ ایسے لوگوں کو کیسے ہدایت دے‘ جنہوں نے ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کر لیا؟ حالاں کہ وہ گواہی دے چکے تھے کہ یہ رسول سچے ہیں اور ان کے پاس (اس کے) روشن دلائل بھی آچکے تھے۔ اللہ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔ 86

اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمۡ اَنَّ عَلَيۡهِمۡ لَعۡنَةَ اللّٰهِ وَالۡمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجۡمَعِيۡنَ 87

ترجمہ: ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے کہ ان پر اللہ کی‘ فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی پھٹکار ہے۔ 87

خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنۡهُمُ الۡعَذَابُ وَلَا هُمۡ يُنۡظَرُوۡنَ 88

ترجمہ: اسی (پھٹکار) میں یہ ہمیشہ رہیں گے۔ نہ ان کے لیے عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ انھیں کوئی مہلت دی جائے گی۔ 88

اِلَّا الَّذِيۡنَ تَابُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ وَاَصۡلَحُوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ 89

ترجمہ: البتہ جو لوگ اس سب کے بعد بھی توبہ کر کے اپنی اصلاح کر لیں‘ تو بیشک اللہ بہت بخشنے والا‘ بڑا مہربان ہے۔ 89

اِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بَعۡدَ اِيۡمَانِهِمۡ ثُمَّ ازۡدَادُوۡا كُفۡرًا
لَّنۡ تُقۡبَلَ تَوۡبَتُهُمۡ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّوۡنَ 90

ترجمہ: (اس کے برخلاف) جن لوگوں نے ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کیا‘ پھر کفر میں بڑھتے ہی چلے گئے‘ ان کی توبہ ہرگز قبول نہ ہوگی‘ ایسے لوگ راستے سے بالکل بھٹک چکے ہیں۔ 90

تشریح نمبر 1: یعنی جب تک وہ کفر سے توبہ کر کے ایمان نہیں لائیں گے‘ دوسرے گناہوں سے ان کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔

اِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَمَاتُوۡا وَهُمۡ كُفَّارٌ فَلَنۡ يُّقۡبَلَ مِنۡ اَحَدِهِمۡ مِّلۡءُ الۡاَرۡضِ
ذَهَبًا وَّلَوِ افۡتَدٰى بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ وَّمَا لَهُمۡ مِّنۡ نّٰصِرِيۡنَ 91

ترجمہ: جن لوگوں نے کفر اپنایا اور کافر ہونے کی حالت ہی میں مرے‘ ان میں سے کسی سے پوری زمین بھر کر سونا بھی قبول نہیں کیا جائے گا‘ خواہ وہ اپنی جان چھڑانے کے لیے اس کی پیش کش ہی کیوں نہ کرے‘ ان کو تو دردناک عذاب ہو کر رہے گا اور ان کو کسی قسم کے مددگار میسر نہیں آئیں گے۔ 91

لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰى تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ ؕ وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ شَىۡءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيۡمٌ 92

ترجمہ: تم نیکی کے مقام تک اس وقت تک ہرگز نہیں پہنچو گے‘ جب تک ان چیزوں میں سے (اللہ کے لیے) خرچ نہ کرو‘ جو تمہیں محبوب ہیں اور جو کچھ بھی تم خرچ کرو‘ اللہ اسے خوب جانتا ہے۔ 92

تشریح نمبر 2: پیچھے سورۂ بقرہ کی آیت نمبر 267 میں گزرا ہے کہ صرف خراب اور ردّی قسم کی چیزیں صدقے میں نہ دیا کرو‘ بل کہ اچھی چیزوں میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کیا کرو۔ اب اس آیت میں مزید آگے بڑھ کر یہ کہا جارہا ہے کہ صرف یہی نہیں کہ اچھی چیزیں اللہ کی خوشنودی کے لیے دو‘ بل کہ جن چیزوں سے تمہیں زیادہ محبت ہے‘ ان کو اس راہ میں نکالو‘ تاکہ صحیح معنیٰ میں اللہ کے لیے قربانی کا مظاہرہ ہوسکے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی سب سے زیادہ پسندیدہ چیزیں صدقہ کرنی شروع کردیں‘ جس کے بہت سے واقعات حدیث اور تفسیر کی کتابوں میں مذکور ہیں۔

ملاحظہ ہو معارف القرآن جلد دوم‘ ص: 107‘108۔

فہمِ حدیث

مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

جھوٹ کا وبال

عَنْ سُفْيَانَ بْنِ اَسِيْدِ الْحَضْرَمِيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ كَبُرَتْ خِيَانَةً اَنْ تُحَدِّثَ اَخَاكَ حَدِيْثًا وَّهُوَ لَكَ بِهٖ مُصَدِّقٌ وَّاَنْتَ بِهٖ كَاذِبٌ (رواہ ابو داؤد)

ترجمہ: سفیان بن اسید حضرمی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے خود سنا ہے۔ آپ ﷺ فرماتے تھے: ”یہ بہت بڑی خیانت ہے کہ تم اپنے بھائی سے کوئی جھوٹی بات بیان کرو، اس حال میں کہ وہ تم کو اس بیان میں سچا سمجھتا ہو۔“

تشریح... مطلب یہ ہے کہ جھوٹ اگرچہ بہر حال گناہ اور بہت سنگین گناہ ہے، لیکن بعض خاص صورتوں میں اس کی سنگینی اور بھی بڑھ جاتی ہے، ان صورتوں میں سے ایک صورت یہ بھی ہے کہ ایک شخص تم پر پورا بھروسہ اور اعتبار کرے اور تم کو بالکل سچا سمجھے اور تم اس کے اعتبار اور حسنِ ظن سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اس سے جھوٹ بولو اور اس کو دھوکا دو۔

عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيْمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيْلٌ لِّمَنْ يُّحَدِّثُ فَيَكْذِبُ لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ وَيْلٌ لَّهٗ وَيْلٌ لَّهٗ (رواہ احمد والترمذی وابو داؤد)

ترجمہ: بہز بن حکیم اپنے والد معاویہ کے واسطے سے اپنے دادا حیدہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص لوگوں کو ہنسانے کے لیے اپنے بیان میں جھوٹ بولے، اس پر افسوس! اس پر افسوس!“

تشریح... مطلب یہ ہے کہ صرف لطف و صحبت اور ہنسنے ہنسانے کے لیے جھوٹ بولنا بھی بری بات اور بری عادت ہے، اگرچہ اس سے کسی کو نقصان نہیں پہنچتا، لیکن اوّل تو خود بولنے والے کی زبان جھوٹ سے آلودہ ہوتی ہے۔ دوسرے باتوں سے اہلِ ایمان کے دل میں جو نفرت ہونی چاہیے، اس میں بھی کمی آتی ہے اور تیسری خرابی یہ ہے کہ لوگوں میں جھوٹی باتیں کرنے کی جرأت اس سے پیدا ہوتی ہے اور جھوٹ کے رواج کو مدد ملتی ہے۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا اَنْ يُّحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”آدمی کے لیے یہی جھوٹ کافی ہے کہ وہ جو کچھ سنے، اسے بیان کرتا پھرے۔“

تشریح... مطلب یہ ہے کہ ہر سنی سنائی بات کو بغیر تحقیق کے بیان کرتے پھرنا ایک درجے کا جھوٹ ہے اور جس طرح جان بوجھ کر جھوٹ بولنے کی عادت رکھنے والا آدمی قابلِ اعتبار نہیں ہوتا، اسی طرح یہ آدمی بھی لائقِ اعتماد نہیں رہتا۔ بہر حال مومن کو چاہیے کہ وہ خفی قسم کے ان سب جھوٹوں سے بھی اپنی زبان کی حفاظت کرے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَذَبَ الْعَبْدُ تَبَاعَدَ عَنْهُ الْمَلَكُ مِيْلًا مِّنْ نَتْنِ مَا جَاءَ بِهٖ (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو فرشتہ، اس کے جھوٹ کی بدبو کی وجہ سے ایک میل دور چلا جاتا ہے۔“

تشریح... جس طرح اسی مادّی عالم کی مادّی چیزوں میں خوش بو اور بدبو ہوتی ہے، اسی طرح اچھے اور برے اعمال اور کلمات میں بھی خوش بو اور بدبو ہوتی ہے، جس کو اللہ کے فرشتے اسی طرح محسوس کرتے ہیں، جس طرح ہم یہاں کی مادّی خوش بو اور بدبو کو محسوس کرتے ہیں اور کبھی کبھی وہ اللہ کے بندے بھی اس کو محسوس کرتے ہیں، جن کی روحانیت ان کی مادّیت پر غالب آجاتی ہے۔

REVIVE ENERGY
play it out with...
Fruiti-O®
Made with Real Fruits
Fruiti-O
MANGO
MANGUE
Made with Premium Mangoes
Fruiti-O
ORANGE MANGO
Fruiti-O
GUAVA
Fruiti-O
POMEGRANATE

مقصدِ حقیقی کی طلب میں مستقل مزاجی

حضرت مولانا عبدالستار

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ جن کاموں کا وقت آگیا ہو ان کو استقلال اور پابندی سے ادا کیا جائے اور جن کا وقت نہیں آیا ان کے لیے تیار اور مستعد رہے۔ کسی وقت بے فکر ہو کر نہ بیٹھے۔ اللہ کا جو حکم اس وقت متوجہ ہے اسے تو اہتمام سے ' مستقل مزاجی سے کرے اور جو حکم ابھی تک نہیں آیا اس کی تیاری میں رہے ' یہ دین داری ہے۔ جیسے ہمارے ہاں جب کمانے کا وقت ہوتا ہے تو کماتے ہیں اور جو وقت کمانے کا ابھی نہیں آیا اس کی منصوبہ بندی میں لگے ہوتے ہیں ' یہ دنیا داری ہے۔

دین داری یہ ہے کہ یہ بات دیکھی جائے کہ اس وقت اللہ کا حکم کیا ہے؟ اسے مستقل مزاجی سے اہتمام سے کرے اور آگے اللہ کے حکم کو پورا کرنے کی تیاری میں لگا رہے۔ یہ اس کی زندگی کا اوڑھنا بچھونا ہو۔ اس کی سوچ اور فکر اس چیز کے گرد گھومے کہ اللہ کے حکم کو پورا کرنا ہے اور اللہ کے حکم کو پورا کرنے کی تیاری کرنی ہے ' چاہے وہ حکم معاملات کا ہو ' عبادات کا ہو یا معاشرت سے تعلق رکھتا ہو۔ بسا اوقات نبی کا وہ طریقہ جو عبادات سے متعلق ہے ' اس کا کسی قدر اہتمام ہو جاتا ہے ' لیکن اللہ کے نبی نے جو طریقہ معاملات کا بتایا ' معاشرت کا سکھلایا اس کی طرف توجہ نہیں ہوتی ' اس کی فکر نہیں ہوتی۔ دین داری یہی ہے کہ آدمی کو یہی دھن لگی رہے یا تو کسی کام میں لگا ہوا ہو یا کسی کام کی تیاری میں مشغول ہو۔ بہت سے لوگ ادنی درجے کے کام کے لیے تمام عمر برباد کر دیتے ہیں ' ذرا بھی دل برداشتہ نہیں ہوتے ' تمام عمر اس دھن و فکر میں مبتلا رہتے ہیں۔

ایک بوڑھے آدمی سے اگر سوال کیا جائے کہ آپ نے تمام عمر میں کیا ہے؟ زندگی کے کس مقصد تک آپ کی رسائی ہوئی؟ تو وہ آپ کو بتائے گا کہ میں پہلے یہ بننا چاہ رہا تھا ' پھر یہ بن گیا۔ اسی طرح میری زندگی گزر گئی۔ افسوس ہے کہ ہم مطلوبِ اعلی اور اشرف کی طلب میں جلد ہی گھبرا جاتے ہیں۔ آدمی دنیا کے اندر چھوٹی چھوٹی چیزوں کو جو ضروریات ہوتی ہیں مقصد بنا کر بیٹھ جاتا ہے اور تمام زندگی اسی کو حاصل کرنے میں لگا دیتا ہے۔ کیا کرنا ہے؟ جی میں نے فلاں عہدے پر پہنچنا ہے۔ اسکول گیا ' کالج گیا ' یونیورسٹی گیا اور پھر پتا نہیں کیا کچھ کرتے رہتے ہیں۔ اتنے سال کی محنت صرف اس لیے کی جا رہی ہے تاکہ فلاں عہدے تک پہنچ جائے۔ اس پر بسا اوقات ساری زندگی لگا دیتا ہے۔

ہماری زندگی کا مقصد تو اللہ کو پانا ہے ' اسے ہی راضی کرنا ہے۔ ہم اس کے لیے چند اعمال کرتے ہیں پھر سستی آجاتی ہے۔ اس کے لیے ہم اتنے بے صبرے ہو جاتے ' جلد ہی گھبرا اٹھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ ہمیں آج ہی مل جائے کچھ مشقت نہ کرنی پڑے۔ چھوٹے چھوٹے مقاصد کے لیے تو زندگی گزر جاتی ہے جب کہ اللہ کو پانے کے لیے ہم چند دن میں ہی تھک ہار کر بیٹھ جاتے ہیں۔ کہنے لگتے ہیں کہ روزانہ کون معمولات کرے؟ ہر وقت کون نظر کی ' زبان کی اور دیگر اعضا و جوارح کی احتیاط کرتا رہے۔ یہ تو بہت مشکل کام ہے۔

میرے عزیزو! جب اتنا عظیم مقصد حاصل کرنا ہے تو اس کے لیے مستقل مزاجی سے لگنا پڑے گا۔ حکیم الامت اشرف علی تھانویؒ نے لکھا ہے کہ خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ ڈپٹی کلیکٹر

کے امتحان کی مصیبت میں تھے' چوں کہ اس میں ان کو دلچسپی نہیں تھی اس لیے اس میں کامیابی بھی دشوار تھی۔ ایک عریضہ میں پریشانی کا اظہار کیا تو میں نے کہا کہ ہمت نہ ہاریے' دلجمعی کے ساتھ گو ناگوار ہو کوشش کیجیے۔ امتحان کو ضرور پاس کر لینا چاہیے۔ تارک الدنیا ہونا چاہیے نہ کہ متروک الدنیا۔ سبحان اللہ! یعنی دنیا آ رہی ہے اور اللہ کے حکم کو سامنے رکھ کر اگر کچھ چھوڑنا پڑے تو یہ تارک الدنیا ہے۔ ایک وہ آدمی جو اس کے لائق ہی نہیں کہ وہ چیز اس کو ملے تو وہ کہے کہ میں دنیا سے دور ہوں تو وہ تو متروک الدنیا ہے نہ کہ تارک الدنیا۔ یہ تو دنیا اس کو چھوڑ رہی ہے نہ کہ یہ دنیا کو چھوڑ رہا ہے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ آدمی خود دنیا کو چھوڑنے والا ہو نہ کہ دنیا اس کو چھوڑے۔ متروک الدنیا کی آسان سی مثال یہ ہے کہ "ہاتھ پہنچتا ہی نہیں اور کہتا ہے انگور کھٹے ہیں۔" ایسا نہ ہو۔

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ آدمی جس جگہ پر ہو تو اس کے لیے خوب محنت کرو۔ بیکار باتوں میں کیا رکھا ہے؟ کام میں لگو' اپنے وقت کو خدا کی نعمت سمجھ کر اس کی قدر کرو۔ آنکھ بند کرتے ہی وقت ضائع کرنے کا پتا چل جائے گا' کتنی قیمتی دولت ضائع کی۔ تمام کی تمام تحقیقات و تدقیقات دھری کی دھری رہ جائیں گی۔ جو شخص فضولیات میں مبتلا ہوتا ہے وہ کبھی با مقصد زندگی نہیں گزار سکتا۔ یہ تجربے کی بات ہے اور جو با مقصد زندگی گزارتا ہے تو اس کے پاس فضولیات کے لیے وقت نہیں ہوتا۔ جس کا مقصود حضرتِ حق ہو اس کو فضول قصوں' بے فائدہ باتوں اور جھگڑوں کی کہاں فرصت؟ یعنی جو اللہ کو اپنا مقصود بنائے بیٹھا ہے اس کو ان خرافات سے کیا لینا دینا؟ یہ تو ان لوگوں کا کام ہے جو آخرت سے بے فکر ہیں۔

جس بات میں کوئی فائدہ نہ ہو اس کو ترک کر دینا چاہیے۔ جس کا فائدہ یہ ہو گا کہ اس کی زندگی میں حلاوت ہو گی' مٹھاس ہو گی۔ خیرِ دنیا' خیرِ عقبیٰ دونوں حاصل ہوں گی۔ لایعنی باتوں اور بے فائدہ کاموں میں بہت وقت برباد ہوتا ہے۔ حضرت تھانویؒ نے لکھا ہے کہ کسی نے بذریعہ خط مجھ سے معلوم کیا: "جو لوگ حرام مال کھاتے ہیں ان کا کیا حشر ہو گا؟" میں نے جواب میں کہا: "مجھے فضول باتوں سے سخت گرانی ہے۔ اگر تو یہ بات دوسروں کے متعلق دریافت کی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ تجھ کو پرائی کیا پڑی؟ تم اپنی نبیڑو۔" مسئلہ کیا دریافت کیا کہ جو لوگ حرام کھاتے ہیں ان کا حشر کیا ہو گا؟ ارے میاں! تم اپنی فکر کرو۔

اگر کسی کو یہ ڈر ہو کہ ہم متقی بن جائیں گے تو دنیا کے مزے جاتے رہیں گے' بل کہ ہمارا تو یہ ذہن ہے کہ دنیا کے مزے تو کیا دنیا ہی چلی جائے گی۔ اگر ہم تقویٰ اختیار کر لیں' کھائیں گے کہاں سے؟ پہنیں گے کیا؟ رہائش کا بندوبست کیسے ہو گا؟ یعنی جو ہم نے اپنے لیے کامیابی اور فلاح کا رستہ سوچا ہے (العیاذ باللہ!) وہ صحیح ہے اس راستے سے جو ہمیں اللہ نے دیا ہے۔ اگرچہ یہ بات وہ زبان سے نہیں کہتا' لیکن عملاً یہی کر رہا ہے۔

میرے عزیزو! یہ صرف سوچ کی بیماری کا مسئلہ ہے۔ ہماری فکر بیمار ہے جس کی وجہ سے یہ خیال آتا ہے۔ اگر سوچ اور فکر میں سلامتی ہو تو اس طرح کے خیالات سے ذہن پاک ہوتا ہے۔ ہمارے اسلاف کی سوچ و فکر درست تھی' اس لیے وہ ایک انچ بھی دین کے راستے سے دستبردار ہونے کے لیے تیار نہیں تھے۔ انہیں پتا تھا کہ دین سے ذرا ہٹے تو ہماری بربادی شروع ہو جائے گی۔ چاہے وہ گھر کی زندگی ہو یا کاروباری دنیا۔ فرد کی زندگی میں دین شامل نہ ہو یا گھر کی اجتماعی زندگی اس سے مختلف ہو' ان کی سوچ اور فکر میں ایسی سلامتی تھی۔

حضرت تھانویؒ لکھتے ہیں: "میں کہتا ہوں کہ تم یہ نیت کر لو کہ متقی نہ بنیں گے' مگر خدا کے لیے علما اور مشائخ کی صحبت میں رہ کر ایک مرتبہ دین کو سمجھ تو لو۔ اس کا اثر یہ ہو گا کہ تمہیں متقی بننے میں کوئی دقت پیش نہیں آئے گی' بل کہ تم عمل کے خود بخود مشتاق ہو جاؤ گے۔ پھر تمہیں اعمالِ صالحہ میں وہ لذت محسوس ہو گی کہ دنیا کی تمام لذتوں کو بھول جاؤ گے۔ کس طرح تمہارے دل میں یہ بات ڈال دوں؟ جی چاہتا ہے کہ سب اس طرح راہِ راست پر آ جائیں کہ ان کی ہر ادا سے اسلام کی شان ظاہر ہو۔ یہ امرِ واقعی ہے کہ اگر مسلمان اپنی اصلاح کر لے اور دین ان میں راسخ ہو جائے تو یہ دین تو وہی ہے لیکن آج کل کچھ دنیاوی مسائل کا ان پر ہجوم ہے' انشاء اللہ چند روز میں کایا پلٹ جائے گی۔ جیسے ایک مادرزاد اندھے حافظ کی حکایت ہے جو حقیقت نہ آنے کی وجہ سے کھیر کو ٹیڑھی سمجھ بیٹھے۔ ایسے ہی اس طریق میں بہت سی باتیں ایسی ہیں جو بیان میں نہیں آ سکتیں' حقیقت معلوم ہونے کی صرف ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ ہے کہ کام شروع کر دو خود بخود معلوم ہو جائے گا۔

اس طریق میں پہلی بات یہ ہے کہ اہتمام ضروری ہے۔ تقریروں سے یا قیل و قال سے کچھ سمجھ میں نہیں آ سکتا' یہ تو کام کرنے سے معلوم ہو جائے گا۔ دین پر چلنے سے کایا کیسے پلٹے گی؟ فرمایا کہ یہ تو دین پر چلنے سے ہی معلوم ہو گا۔ اس میں عقل کی بھی رسائی نہیں۔ صاحبو! اس میں جو عقل سے کام لینے کا ہے وہ یہ کہ خدا تعالیٰ پر اعتماد کا اپنے آپ کو مکلّف سمجھ لیں اور پھر وحی کا اتباع کریں۔ انشاء اللہ کام بنتا چلا جائے گا۔ یہ بات صحابہ کرامؓ میں پائی جاتی تھی کہ بلاچوں وچرا اس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات پر عمل کرتے تھے۔

ایک صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: "یا رسول اللہ! اگر ایک کافر معرکۂ جہاد میں میرا ہاتھ کاٹ دے پھر جب مجھے اس پر قابو ملے اور میں اس کو مارنا چاہوں اور وہ کلمۂ اسلام زبان سے پڑھ دے تو میں کیا کروں؟"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "ہاتھ روک لو۔"

صحابی نے عرض کیا: "یا رسول اللہ! اس حالت میں تو وہ محض اپنی جان بچانے کے لیے کلمہ پڑھ رہا ہے۔" حضور نے فرمایا کہ "ہاتھ روک لو۔ اگر تم نے اسے کلمہ پڑھنے کے بعد قتل کیا تو اس کی وہ حالت ہو گی جو کلمۂ اسلام کے بعد تمہاری حالت ہوئی تھی۔ یعنی تم اس کی حالت پر چلے جاؤ گے اور وہ تمہاری حالت پر چلا جائے گا۔ تم کو اس کے دل کی حالت کی کیا خبر؟"

یہ ہے خدا پرستی کہ تمام مصالح کو پسِ پشت ڈال دیا اور حکم کا اتباع کیا۔ صحابہؓ کے واقعات سے معلوم ہو گا کہ انہوں نے کس قدر ان احکام کی پابندی کی۔ عبدیت اسی کا نام ہے۔ بندے کی شان یہ ہے کہ احکام کا اتباع کرے' مصالح کی پروا نہ کرے کہ اس پر کیا ملے گا؟ اور اس حکم کی کیا مصلحت ہے؟ اس کا کیا فائدہ ہے؟ اس کو تو اتباع کرنی چاہیے۔ انجن کا کیا حق ہے کہ راستے میں ڈرائیور کے ٹھہرانے کے بعد نہ ٹھہرے۔ گاڑی کو تو اس کے ٹھہرانے پر ٹھہر جانا چاہیے' چاہے اس کے لیے ٹھہرنے کی جگہ ہو یا نہ ہو۔ اللہ ہمیں بھی صحابہ کرام کی طرح کامل اتباع کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

راہِ سنت

اِس جہاں میں سب سے زیادہ محبت ہمیں کس ہستی سے ہے؟؟ اگر محبت حسن وجمال کی وجہ سے کی جاتی ہے تو آپ ﷺ سراپا حسن اور اگر ہمارا دل کسی پر فریفتہ ‘اس کے کمالات کی وجہ سے ہوتا ہے تو آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی سے بڑھ کر مجموعۂ کمالات کوئی اور ہو سکتا ہے؟؟ اور اگر کسی کے احسانات کا بار اسے ہمارا محبوب بنا دیتا ہے تو دین وایماں کی دولت سے نواز کر دنیا کے ہر احسان کی قدر بتلانے اور سکھانے والے محمدِ عربی ﷺ سے زیادہ انسانیت کا محسن کون ہو سکتا ہے؟؟ اور اگر ہمارا پیمانۂ محبت کسی کے مقام ومرتبہ اور عہدے کی وجہ سے لبریز ہوتا ہے ‘تو پھر بھی عشقِ محمدی میں ہی ہر انسان کا جامِ محبت چھلکنا چاہیے ‘کیوں کہ مقامِ مصطفیٰ ﷺ سے بڑھ کر کسی عہدے کا تصور بھی محال ہے۔ رشتوں میں بھی ہمارا سب سے مضبوط ترین رشتہ ‘اسی ہستی سے جُڑا ہے ‘جس کی خاطر ہم اپنے دوست واحباب ‘اولاد اور والدین تک کو قربان کرنا اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔ (فِداہُ ابی واُمّی)

میں اور میرے ماں باپ ہوں قربانِ محمد ﷺ

محسنِ عالم ﷺ نے تمام انسانیت کو حقیقی امن ‘فلاح اور کام یابی کا بہترین راستہ دیا ہے
اور پھر اس راستے پر چلنے والوں کو دنیا وآخرت میں سعادت وترقی کی بشارت دی ہے۔

جنت کی بشارت: آپ ﷺ نے فرمایا: ”میری ساری امت جنت میں داخل ہو جائے گی ‘مگر جس نے انکار کیا۔“ (وہ جنت سے محروم رہا) پوچھا گیا کہ ”انکار کون کرے گا؟“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے میری اطاعت کی ‘وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی ‘اس نے انکار کیا۔“ (مشکوٰۃ)

گم راہی سے حفاظت: دنیا میں طرح طرح کے فتنے سَر اٹھاتے ہیں۔ سب سے خطرناک ‘وہ لوگ ہوتے ہیں جو بظاہر دین کا لُبادہ اُوڑھ کر دین ہی کی بنیادوں کو مختلف تاویلات گھڑ گھڑ کر ڈھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس گم راہی سے حفاظت اور بچاؤ کا سامان بھی راہِ سنت پر چلنے میں ہے۔ حضرتِ حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”میرے بعد کچھ ایسے رہبر اور پیشوا ہوں گے ‘جو میری سنت پر نہیں چلیں گے اور نہ عمل پیرا ہوں گے اور ان میں کچھ ایسے لوگ بھی ہوں گے ‘جن کے دل شیطانوں کے دل کی طرح ‘جبکہ ظاہر میں وہ انسان ہوں گے۔“ (مسلم)

قارئین! اللہ نے اپنے محبوب اور چُنیدہ بندوں کے ذریعے راہِ سنت کی حفاظت کا انتظام فرما دیا ہے۔ احادیث کی ہر اعتبار سے حفاظت سے لے کر آپ ﷺ کی ہر ہر اَدا اور شخصی اور اجتماعی نظام کی حفاظت بہت احسن انداز سے کر دی گئی ہے۔ اس راہ میں علما اور محدّثین کی قربانیاں تاریخ کا بہت بڑا حصہ ہیں ‘کیوں کہ راہِ سنت سے تھوڑا سا بھی انحراف یا تجاوز یعنی افراط و تفریط دونوں اللہ کے غضب اور گم راہی کے گڑھوں میں گرنے کا سبب بن جاتے ہیں ‘جیسا کہ منکرینِ حدیث اور اہلِ بدعت نے اسی راہ سے جنم لیا۔ ان دونوں فتنوں نے اسلام کی بنیادوں پر کاری وار کرنے کی بھرپور کوششیں کی ہیں۔

اہلِ بدعت تو رسم ورواج اور اپنی خواہشات کی پیروی کو دین کا نام دینے لگتے ہیں ‘جبکہ منکرینِ حدیث سنت کے معاملے میں دین ودنیا کی تفریق پیدا کر دیتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ سنت تو صرف عبادات تک کے لیے ہے۔ دنیاوی معاملات میں ان کے نزدیک نظامِ محمدی کے بجائے اپنے خود ساختہ نظام کو ترجیح دی جاتی ہے ‘جس کا انجام آج پوری دنیا بُھگت رہی ہے۔ دانش مندی اور عقل مندی کے ہر حربے کے استعمال کے باوجود دنیا میں امن قائم نہیں ہو پا رہا اور پھر بھی آپ ﷺ کی معاملات ‘سیاست اور حکومتی سطح پر سنتوں کو اپنانے کی سوچ تک پیدا نہیں ہو رہی ‘بل کہ طرح طرح کی عقلی دلیلوں سے نظامِ محمدی کو کم زور ‘ناقص اور آج کے زمانے میں غیر اہم ثابت کرنے کی آخری حد تک تگ ودو کی ناپاک جسارت عروج پر ہے۔

راہِ سنت کے راہی کے لیے ضروری ہے کہ سنت سے اپنا رشتہ مضبوطی سے قائم کرلے۔ عشقِ نبی ﷺ کی آنچ سے زندگی کی ہر لَمحہ میں پیغامِ محمدی کا پاس رکھے... (جاری ہے)

Perfect®
Freshener
رہو خوشبوؤں میں
CREATE
THE MOOD
WITH JEANS
Perfect
Freshener
Room
Freshener
Jeans
JEANS
LA PERFUME
Dry
300 ml ℮
/perfectairfreshener
Imported & Marketed by
Shakeel Enterprises
www.se.com.pk

خلافت کا مشورہ: بنوامیہ کے مشہور خلیفہ عبدالملک بن مروان کے دوسرے بیٹے سلیمان بن عبدالملک کا دورِ خلافت ختم ہونے کے قریب ہے۔ وہ بسترِ مرگ پر تپِ دِق (شدید بخار) میں گرفتار ہے' اسے اپنی موت سر پر منڈلاتی ہوئی نظر آرہی ہے۔ کمرے میں اس کے ساتھ صرف اس کا وزیرِ خاص اور ذاتی مُشیر ہیں۔ سلیمان اپنے وزیر سے یہ مشورہ کر رہا ہے کہ اس کے بعد منصبِ خلافت کس کو سونپا جائے' ان کی گفتگو کچھ اس طرح کی تھی:

سلیمان: ''میں اپنے چھوٹے بیٹے کو خلیفہ بنانا چاہتا ہوں!'' خلیفہ نے مشورہ دیا۔

وزیر: ''خلیفہ کو جو کام اس کی قبر میں کام آئیں گے' اس میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ مسلمانوں پر اپنے بعد کسی نیک آدمی کو خلیفہ بنا کر جائے۔''

سلیمان: ''داؤد (خلیفہ کا بڑا بیٹا) کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟''

وزیر: ''امیر المؤمنین! وہ تو اس وقت قسطنطنیہ کے محاذ پر ہے' اس کے بارے میں تو آپ کو یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ زندہ ہے یا مر گیا ہے؟''

سلیمان: ''پھر تم بتاؤ' کس کو بنایا جائے؟''

وزیر: ''امیر المؤمنین! ہم تو آپ کے حکم کے تابع ہیں؟''

سلیمان: ''عمر بن عبدالعزیزؒ کے بارے میں کیا کہتے ہو؟''

وزیر نے کہا: ''واللہ! وہ تو ایک اچھا' نیک مسلمان ہے۔ صلاحیت والا اور نیک سیرت بھی ہے۔ اچھے لوگوں سے محبت بھی کرتا ہے' لیکن مجھے آپ کے بھائیوں (یزید بن عبدالملک' ہشام بن عبدالملک' مسلمہ بن عبدالملک) کا خوف ہے کہ وہ اس فیصلے پر راضی نہیں ہوں گے' اگر آپ یہ وصیت لکھ جائیں کہ آپ کے بعد عمر بن عبدالعزیزؒ خلیفہ بن جائیں گے اور ان کے بعد یزید بن عبدالملک بن جائے تو شاید یہ لوگ مطمئن ہو جائیں۔''

سلیمان نے اس رائے کو قبول کر لیا اور یہ وصیت لکھوا کر اس پر مہر لگوا دی اور پھر اس سربمہر وصیت پر لوگوں سے بیعت لے لی گئی کہ جو کچھ اس میں لکھا ہوا ہے' اس پر ہم بیعت کرتے ہیں اور یہ بھی حکم دیا کہ جو اس کو ماننے سے انکار کرے گا' اس کی گردن اُڑا دی جائے گی۔

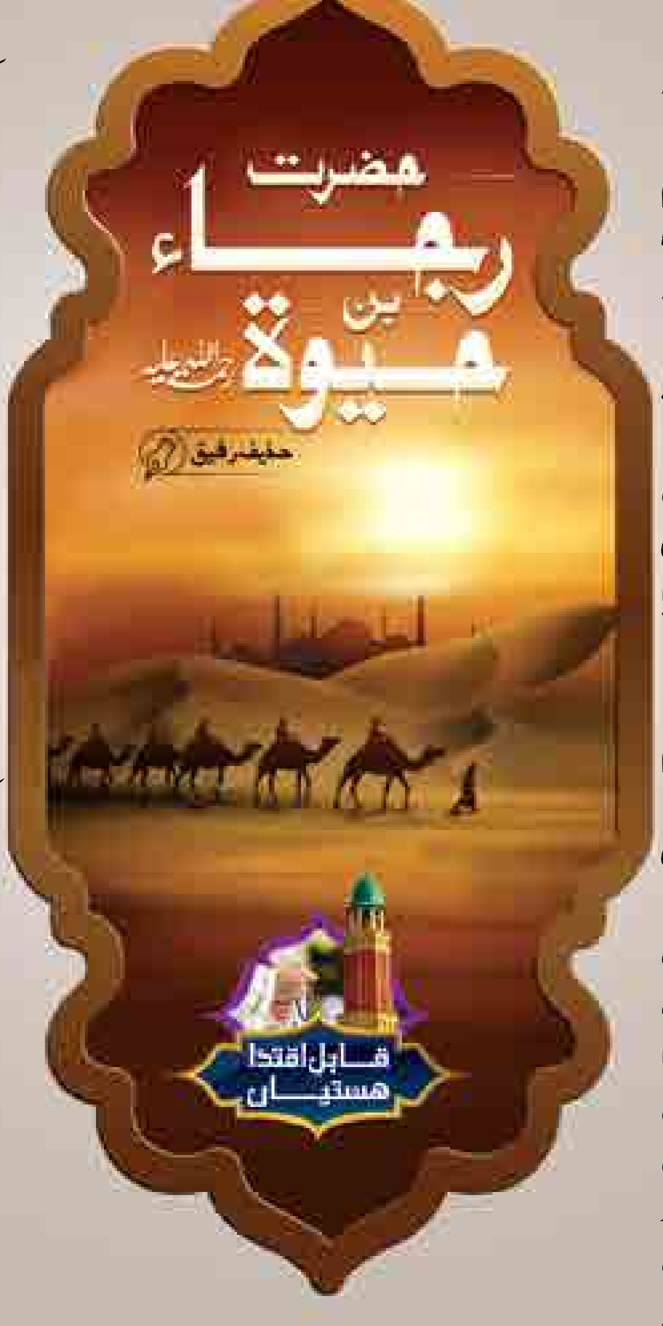

ایک بے زار' دوسرا اُمیدوار: وزیر' سلیمان بن عبدالملک کے کمرے سے باہر نکلا تو عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ نے ان سے کہا: ''صرف اتنا بتا دو کہ کہیں خلیفہ نے وصیت میں میرا نام تو نہیں لکھوا دیا؟ تاکہ میں اسی وقت سلیمان سے معذرت کر لوں' بعد میں یہ میرے لیے مشکل ہو جائے گا۔''

وزیر نے کہا: ''میں اس وصیت کا ایک حرف بھی نہیں بتاؤں گا۔''

اسی طرح ہشام بن عبدالملک بھی وزیر کے پاس آیا اور کہنے لگا:

''مجھے صرف یہ بتا دو کہ میرا نام ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو میں اسی وقت جا کر سلیمان سے لکھوا لوں؟''

وزیر نے اس کو بھی وہی جواب دیا' جو عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو دیا تھا۔

سنہری دورِ خلافت: 10 صفر 99ھ کو سلیمان بن عبدالملک اس دارِ فانی سے کوچ کر گیا۔ سلیمان بن عبدالملک بذاتِ خود بہت اچھا خلیفہ شمار نہیں ہوتا ہے' لیکن اس نے اپنے بعد عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو خلیفہ بنا کر خلافتِ بنو اُمیّہ میں ناقابلِ فراموش تبدیلی برپا کر دی اور عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا ڈھائی سالہ مختصر دورِ خلافت' پوری خلافتِ بنو امیّہ کے 92 سالوں میں سے ''سنہری دور'' کہلایا اور اسی عرصے میں رسول اللہ ﷺ کی وہ پیشن گوئی بھی پوری ہوئی کہ ''آدمی اپنے ہاتھ میں سونا اور چاندی لے کر نکلے گا (زکوٰۃ دینے کے لیے) مگر کوئی لینے والا نہ ہوگا۔'' (صحیح بخاری) اسی وجہ سے محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ جب سلیمان بن عبدالملک کا تذکرہ آتا تو رحمت کی دعا فرماتے اور کہتے: ''اس نے اپنی خلافت کی ابتدا بھی خیر سے کی اور انتہا بھی بھلائی سے کی' ابتدا میں نمازوں کو اپنے اوقات پر

ادا کیا (جب کہ بنوامیّہ کے پچھلے خلفا نے نماز کو تاخیر سے ادا کرنے کی عادت بنالی تھی) اور انتہا میں عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ کو خلافت سونپ دی۔"

موضوعِ سُخن: گزشتہ تمہید سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو منصبِ خلافت تک (ان کے نہ چاہتے ہوئے) لانے میں سلیمان کے وزیر کا بہت بڑا دخل اور اہم کردار ہے اور یہی وزیر عادل امام و مقتدا ہمارا موضوعِ سُخن ہے۔ جی ہاں! ان ہی کا نام ہے رجاء بن حیوۃ رحمۃ اللہ علیہ۔

مختصر تعارف: رجاء بن حیوۃ بن جرول، ان کے دادا جَرْوَل بِن اَحْنَف رضی اللہ عنہ، صحابیِ رسول ﷺ تھے۔ ان کا آبائی علاقہ فلسطین ہے، اس زمانے میں فلسطین، شام کا ایک علاقہ تھا، اسی لیے یہ شامی کہلاتے تھے، یعنی شام کی طرف نسبت کی جاتی تھی۔ بنوامیّہ کے متعدد خلفا کے وزیر و مُشیر رہے تھے اور اس ذمہ داری کو تقویٰ اور پرہیزگاری کے ساتھ طویل عرصہ بخوبی انجام دیا، اگرچہ بہت سے قدم اس منصب پر پہنچ کر پھسل جاتے ہیں۔

علمی اور عملی میدان میں: رجاء بن حیوۃ تابعین میں شمار ہوتے ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عمر، معاویہ بن ابی سفیان، معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم وغیرہ حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایات سنیں اور نقل کیں اور ان سے روایات نقل کرنے والوں میں مکحول، زُہری اور قتادہ رحمہم اللہ جیسے بڑے بڑے محدّثین بتلائے جاتے ہیں۔ حدیث کی مشہور چھ کتابیں جن کو "صحاح ستّہ" کہا جاتا ہے، جن کے نام یہ ہیں: صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ترمذی، سنن ابی داوٗد، سنن نسائی، سننِ ابنِ ماجہ۔ ان میں سے امام بخاریؒ کے علاوہ دیگر تمام محدّثین نے ان کی روایات اپنی کتابوں میں نقل کی ہیں، لہٰذا ان کُتبِ احادیث میں بھی ان کا نام ملتا ہے۔

1: ان ہی الفاظ کے ساتھ علّامہ ذہبیؒ نے اپنی کتاب میں ان کے حالات کی ابتدا کی ہے۔

2: اُس زمانے میں جس خطے کو شام کہا جاتا تھا، وہ آج کل کے اعتبار سے پانچ ملک شمار ہوتے ہیں، اُردن، لبنان، سوریا، فلسطین اور اسرائیل۔ سائب کہتے ہیں: "میں نے رجاء بن حیوہ جیسی حسین اور پُرسکون نماز پڑھتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا۔"

منصبِ وزارت: رجاءؒ نے خلافتِ بنوامیّہ کے بانی حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کا زمانہ بھی پایا اور بنوامیّہ کے بیشتر خلفا کے وزیر رہے۔ سلیمان بن عبدالملک کے بھی وزیرِ خاص تھے۔ ان ہی نے ہی عمر بن عبدالعزیزؒ کو خلیفہ بنانے میں اہم کردار ادا کیا تھا اور پھر عمر بن عبدالعزیزؒ کے دورِ خلافت میں بھی ان کے قریب رہے۔ رجاءؒ علمی حلقوں کے علاوہ، سرکاری حلقوں میں بھی عظمت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے اور ان کی بات کو اہمیت دی جاتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت سے خیر کے کاموں کا ذریعہ بنایا۔

5 رجب 101ھ کو عمر بن عبد العزیزؒ انتقال کر گئے، ان کے بعد یزید بن عبدالملک کا دورِ خلافت آیا، اس وقت رجاء بن حیوۃؒ کی ایوان میں وہ اہمیت نہ رہی جو پہلے تھی، اس لیے انھوں نے خلیفہ کے پاس جانا اور ان کی مجالس میں شرکت کرنا چھوڑ دی۔

ان سے کہا گیا کہ "آپ جایا کریں، اس میں خلیفہ اور رعایا سب کا فائدہ ہے۔" لیکن انھوں نے معذرت کی اور جانے سے انکار کر دیا۔

کسی نے کہا کہ "اس طرح آپ کو خلیفہ سے نقصان پہنچنے کا خطرہ ہے!" فرمانے لگے: "میری طرف سے وہی ان کا بندوبست کرلے گا، جس کے لیے میں نے اُن کو چھوڑا ہے۔"

اہلِ علم و صلاح کی نظر میں: مطر ورّاق کہتے ہیں: "میں نے کوئی شامی رجاء بن حیوۃ سے افضل نہیں دیکھا۔" مسلمہ بن عبد الملک، جو کہ لشکروں کے امیر (جرنیل، سپہ سالار) تھے، فرماتے تھے: "رجاء اور ان جیسوں کی (دعاؤں اور اعمال کی) وجہ سے ہم جنگیں جیتتے ہیں اور دشمنوں پر غلبہ پاتے ہیں۔" ابنِ عون کہتے ہیں: "میں نے تین آدمی دیکھے ہیں، مگر ان جیسا کوئی نہیں دیکھا۔ ایسا لگتا ہے، جیسے کہ تینوں نے مل کر آپس میں کچھ طے کیا تھا، محمد بن سیرینؒ عراق میں، قاسم بن محمدؒ حجاز (مُلکِ حرمین) میں اور رجاء بن حیوۃؒ شام میں۔"

دو قول اور وفات: فرمایا: "جو بے عیب ساتھی کی تلاش میں رہے گا، اس کو شاید ہی کوئی ساتھی مل سکے اور جو مخلص ساتھی کے سوا کسی پر راضی نہ ہو تو وہ ہر وقت ناراض ہی رہے گا اور جو اپنے ساتھیوں کو ہر غلطی پر ٹوکے گا، اس کے دشمن بہت ہوں گے۔"

یہ بات بھی سامنے رہے کہ یہ ناصحانہ جملے وہ شخص کہہ رہا ہے، جس نے بنوامیّہ کی وسیع و عریض خلافت (جس کا رقبۂ سلطنت 50 لاکھ مربع میل تھا) میں طویل عرصے تک وزارت کا منصب سنبھالا اور اس کا حق بھی نبھایا تھا۔ ایک مرتبہ نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: "تم جس عمل کو کرتے ہوئے اللہ سے ملنا چاہتے ہو، ابھی سے اس میں مصروف ہو جاؤ اور جس عمل کو کرتے ہوئے اللہ سے ملنا تمہیں پسند نہیں، ابھی سے اُسے چھوڑ دو۔" ان کا انتقال ہشام بن عبدالملک کے دورِ خلافت کے ابتدائی زمانے میں 112ھ میں ہوا۔ رَحِمَهُ اللهُ رَحْمَةً وَاسِعَةً

صبح موبائل، شام موبائل کھانا کھاتے ہوئے موبائل اور رات سوتے ہوئے موبائل۔ یہ ہے المیہ ہماری نوجوان نسل کا۔ ہر وہ آدمی جو مصروف ہے، مصروف ہونا چاہتا ہے، مصروف دکھنا چاہتا ہے یا مصروف رہنا چاہتا ہے۔ موبائل فون اس کی واحد جائے پناہ ہے۔ اوسطاً ایک پاکستانی دن میں چار گھنٹے موبائل کو دیتا ہے۔ یہ سال کے 1460 گھنٹے بنتے ہیں۔ 70 سال کی زندگی میں 102،200 گھنٹے یا لگ بھگ 12 سال۔ خدا کی پناہ! زندگی کے بارہ سال ایک ہاتھ بھر کی ڈیوائس کی نظر ہو جائیں۔ اس میں ابھی رات رات بھر کے نائٹ پیکیجز شامل نہیں۔ آیئے! عہد کرتے ہیں کہ ان چار گھنٹوں میں سے صرف ایک گھنٹہ نکال کر اس زندگی کو دیتے ہیں جو ہمیشہ قائم رہے گی۔ آخر سیل فون کے بغیر بھی دنیا چل ہی رہی تھی نا۔ موبائل کے نائٹ پیکیجز کی طرح، بندے کو کبھی کبھار رات کو چادر اوڑھ کر اپنے رب سے بھی بات کر لینی چاہیے، جو سب کچھ سنتا ہے، سب کچھ دیکھتا ہے اور ہر شے پر قادر ہے۔ دجال جب آئے گا سو آئے گا، آج امت کا سب سے بڑا خطرہ انٹرنیٹ اور موبائل ہے۔

پہلے جو کام گاؤں سے کوسوں دور جا کے ہوتے تھے، اب وہ ہر شخص موبائل پر ہی کر لیتا ہے۔ ہر چیز کی طرح، موبائل کے بھی اچھے اور برے دونوں پہلو ہیں مگر ہمیشہ کی طرح ہمارا رجحان یہاں بھی منفی چیزوں پر ہی ہے۔ بچپن میں سنتے تھے کہ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے "اللہ اکبر" اور اترتے ہوئے "سبحان اللہ" پڑھنا چاہیے۔ اب چڑھتے ہوئے موبائل پر فیس بک اور اترتے ہوئے واٹس ایپ۔ آپ کبھی غور کریں، موبائل نے 24 گھنٹوں میں سے کتنی روزمرہ اور گھریلو نیکیوں کو نکال باہر کیا ہے؟ باتھ روم سے آئیں تو "غفرانک" کہتے تھے، اب باتھ روم میں بھی موبائل ساتھ۔ پانچ منٹ کے پندرہ منٹ لگ گئے کہ فیس بک کی براؤزنگ ختم ہی نہ ہونے پائے۔ نماز کے وقت موبائل، مسجد میں موبائل، پہلے رات کو اچانک آنکھ کھل جاتی تھی تو آیت الکرسی پڑھ کر سو جاتے تھے

موبائل اور نیکیاں

ڈاکٹر ذیشان الحسن عثمانی

کہ پوری رات عبادت میں شمار ہو، اب سٹیٹس اپ ڈیٹ کر دیتے ہیں۔ کھانا کھانے سے پہلے "بسم اللہ" کے بجائے کھانے کی تصاویر، حج کی تصاویر، قربانی کی تصاویر حتیٰ کہ تصویروں کی تصاویر۔ کتنی سیلفیاں ہیں جو یہیں فیس بک پر نظر آتی ہیں مگر اے کاش کہ سیلفی میں کبھی اپنے آپ (سیلف) کو بھی دیکھ لیا ہوتا۔ کہتے ہیں کہ علم والے شیشہ نہیں دیکھ پاتے کہ اپنا آپ دیکھنا بڑا تکلیف دہ عمل ہوتا ہے۔ رات سونے سے پہلے سورۃ الملک پڑھنے والے، منازل و تسبیحات پڑھنے والے اب موبائل پہ یوٹیوب سنتے نیند کی بانہوں میں چلے جاتے ہیں۔

اگر واٹس ایپ پر یا میسنجر پر کوئی اپ ڈیٹ کی ٹون بج جائے تو اسے دیکھنا فرائض میں شامل ہو چکا ہے۔ کاش! ہم فیس بک پر موجود ہر اک دوست کے بدلے دن میں ایک بار "سبحان اللہ" پڑھ لیں، ہر اسٹیٹس شیئر کے بدلے ایک نفل، ہر لائک پر ایک شکر الحمد للہ، ہر کمنٹ پر ایک بار "استغفر اللہ" اور ہر فرینڈ ریکویسٹ پر صرف ایک بار سوچ لیں کہ ان "مداحوں" پر اگر اصلیت کھل جائے اپنی ذات کو تو تھوکنا بھی گوارہ نہ کریں۔ اور منافقت کے جو معنی موبائل کی وجہ سے وجود میں آئے ہیں، ان کا تو کہنا ہی کیا! جتنے فرماں بردار اور حاضر ہم موبائل اور فیس بک پر نظر آتے ہیں اس کے آدھے بھی اصل زندگی میں ہوتے تو پاکستان کی شکل بدل گئی ہوتی۔ جتنی احادیث اور اچھی باتیں موبائل میسیجز پر تقسیم کرتے ہیں ان میں سے ????فیصد پر ہی عمل کر لیا ہوتا تو چلتے پھرتے ولی ہو جاتے۔ بہت خیال رکھنا چاہیے کہ آپ موبائل پر کیا بھیج رہے ہیں، جہاز گرنے کے بعد کی جھوٹی آڈیو ریکارڈنگ، یا ایک بار پھر سے امامِ کعبہ کے انتقال کی جھوٹی خبر، برائے مہربانی گناہ جاریہ سے بچنے کی کوشش کریں۔ یقین جانیے! کوئی آدھ ایک گھنٹہ اس کے بغیر دن میں گزار لیں گے تو دنیا رک نہیں جائے گی۔ دن میں کم از کم ایک گھنٹہ "موبائل فری" رکھیں، ضرور افاقہ ہو گا۔ اور اسی موبائل کی وجہ سے جو روزمرہ کی مسنون دعائیں اٹھ گئی ہیں، انھیں یاد کرنا چاہیے۔

زندگی میں برکت کا سب سے آسان راستہ موقع کی دعائیں ہیں، اسٹیٹس اپ ڈیٹ نہیں۔ آن لائن گیمنگ، فحش مکالمہ بازی، مذہبی و سیاسی بحث اور گناہ بے لذت کو سمجھیں اور اپنے آپ پر وقت لگائیں۔ میرا بس چلے تو استاد و معلّم کے سامنے موبائل لے جانے پر پابندی لگا دوں۔ سینما میں بھی کبھی موبائل نہیں بجتا کہ مگر حسرت ہی رہی کہ کبھی با جماعت نماز ادا کر سکوں کسی گانے کی ٹیون سنے بغیر۔ خدارا مسجدوں کو سینما گھروں جیسی ہی عزت دے دیں۔ جتنے کا آئی فون لیتے ہیں، اتنے میں تو دبئی اور سری لنکا کا چکر لگ جاتا ہے۔ سفر سے آدمی بہت کچھ سیکھتا ہے۔ میں موبائل کا ہرگز دشمن نہیں، مگر اگر برتنے کے آداب نہیں آتے تو کنارہ ہی بہتر ہے۔ اس آرٹیکل کو اپنے موبائل فونز پر پڑھنے کا شکریہ!

ZJ
NEW
Zaiby Jewellers
CLIFTON
AVAIL THE WORLD
CLASSIC JEWELLERY
S-11 Yousuf Grand Square, Clifton Block-8, Karachi Pakistan.
newzaibyjewellers@gmail.com +92 35835455, +92 35835488
NewZaibyJewellers

مسائل پوچھیں اور سیکھیں

مفتی محمد توحید

والدین کے اختلافات کی صورت میں والد کا ساتھ دوں یا والدہ کا؟

سوال: میرے والدین میں آپس میں ناراضگی ہے ٗبہت زیادہ سخت اختلافات ہوگئے ہیں ٗ یہاں تک کہ دونوں علیحدہ علیحدہ ہوگئے ہیں ٗ میرا مسئلہ یہ ہے کہ میں اگر والد کا ساتھ دیتا ہوں تو والدہ صاحبہ ناراض ہو جاتی ہیں اور اگر والدہ کا ساتھ دیتا ہوں تو والد ناراض ہو جاتے ہیں ٗ یہاں تک کہ مجھے گھر سے نکالنے پر آ جاتے ہیں۔ مجھے یہ بتائیں کہ میں والدہ کی خدمت کرتا رہوں یا والد کی ٗ میرے چار بھائی ہیں جو مجھ سے چھوٹے ہیں ٗ وہ ماں کے ساتھ ہیں اور جو بڑے ہیں وہ والد کے ساتھ ہیں ٗ والدہ کا خرچہ کوئی نہیں دیتا ٗ میں نے اپنی سمجھ سے یہ وعدہ خدا سے کیا ہے کہ خدا کے بعد میری والدہ ہی سب کچھ ہیں۔ آیا میں یہ سب کچھ ٹھیک کر رہا ہوں۔

جواب: آپ کے والدین کے اختلافات بہت ہی افسوس ناک ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو سمجھ عطا فرمائیں ٗ آپ ایسا ساتھ تو کسی کا بھی نہ دیں کہ دوسرے سے قطع تعلق ہو جائے ٗ دونوں سے تعلق رکھیں اور ان میں سے جو بدنی یا مالی خدمت کا محتاج ہو ٗ اس کی خدمت کریں ٗ ادب واحترام دونوں کا کریں ٗ اگر ان میں ایک دوسرے کی خدمت سے یا اس کے ساتھ تعلق رکھنے سے ناراض ہوتا ہو تو اس کی پروا نہ کریں ٗ نہ کسی کو پلٹ کر جواب دیں کیوں کہ آپ کی والدہ بوڑھی بھی ہے اور ان کا خرچ اٹھانے والا بھی کوئی نہیں ٗ اس لیے ان کی جانی و مالی خدمت کو سعادت سمجھیں۔

کھیل کود کے سامان کی خرید وفروخت

سوال: کھیل کود کے سامان کی خرید وفروخت کا کیا حکم ہے؟

جواب: کھیل کود کے سامان کی خرید وفروخت کا حکم ٗ خود کھیل کود کے حکم پر موقوف ہے۔ ایسا کھیل کود جس کی وجہ سے آخرت سے غفلت ہو ٗ یہ شرعاً ناپسندیدہ اور ممنوع ہے ٗ البتہ ایسا کھیل کود جس میں ورزش ہو ٗ یہ صحت اور دینی ودنیاوی امور میں معین ومددگار ہونے کی وجہ سے جائز ٗ بل کہ کسی قدر ضروری ہے مگر اس میں درج ذیل باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے:

- کھیل کے لیے ایسی جگہ کا انتخاب کیا جائے ٗ جس سے گردونواح میں کسی قسم کے جانی یا مالی نقصان پہنچنے کا اندیشہ نہ ہو۔
- خود کھیلنے والے کو یا اس کے ساتھ شرکا میں سے کسی کو کسی قسم کے جسمانی یا مالی نقصان پہنچنے کا اندیشہ نہ ہو۔
- کھیل نمازوں کے اوقات میں نہ ہو ٗ یعنی نماز کے نظام میں کوئی خلل نہ آئے۔
- دورانِ کھیل ستر (ران ٗ گھٹنا وغیرہ) کھلا ہوا نہ ہو۔
- گالم گلوچ نہ ہو۔
- کوئی ایسا مقابلہ نہ ہو کہ ہار جیت کی صورت میں مال دینے کی شرط ہو۔
- کھیل میں ایسا انہماک نہ ہو کہ اس کو مستقل پیشہ کے طور پر اختیار کرلے کہ اس کو پھر کھلاڑی کے نام سے یاد کیا جانے لگے اور پہچانا جانے لگے۔
- اس میں ورزش ہی کا مفہوم غالب ہو ٗ لہو ولعب اور تماشہ کا پہلو غالب نہ ہو۔
- وہ محض وقت گزاری کا مشغلہ نہ ہو ٗ جیسے تاش ٗ لڈو ٗ شطرنج ٗ کیرم بورڈ ٗ ڈبو ٗ اٹھارہ گوٹی ٗ نو گوٹی ٗ اڈہ کھڈہ ٗ چوسر ٗ چوپڑ وغیرہ اور اس جیسے سب کھیل شرعاً ناجائز ہیں۔

اب مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق جو کھیل ورزش کے حکم میں داخل ہو کر جائز ہے ٗ اس کے سامان کی خرید وفروخت بھی جائز ہے اور جو کھیل شرعی حدود کی خلاف ورزی کی وجہ سے ناجائز ہے ٗ اس کے سامان کی خرید وفروخت بھی گناہ میں تعاون کی وجہ سے ناجائز ہے۔ ایسے کاروبار سے احتراز لازم ہے۔

اس زمانہ میں مروجہ کھیل فٹبال ٗ کرکٹ ٗ ہاکی وغیرہ جن کو قومی کھیل سمجھا جاتا ہے ٗ ان میں عموماً شریعت کے احکام کی پابندی نہیں کی جاتی ٗ ستر ڈھانپنے کا اہتمام نہیں ہوتا ٗ اس میں موسیقی ٗ ڈانس وغیرہ کا بھی اہتمام ہوتا ہے ٗ بعض اوقات اس میں جوا بھی کھیلا جاتا ہے ٗ نمازوں کا اہتمام نہیں ہوتا ٗ اس لیے اس طرح کے کھیل کود میں شرکت کرنا یا ان لوگوں کو سامان تیار کرکے دینا ٗ دونوں ناجائز ہیں۔ ایسے لوگوں کو کھیل کا سامان فروخت کرنا اور اس سے حاصل ہونے والے نفع کا استعمال بھی ناجائز ہے ٗ تاہم مذکورہ کھیل اگر درج بالا برائیوں سے بچتے ہوئے ٗ احکامِ شریعت کی مکمل پابندی کے ساتھ کھیلے جائیں ٗ تب ان میں شرکت کرنا اور ایسے لوگوں کو

کھیل کا سامان فروخت کرنا دونوں جائز ہیں۔

رشوت کی جائز و ناجائز صورتیں

سوال: آج کل ہر طرف رشوت کا بازار گرم ہے، کئی مواقع ایسے آتے ہیں کہ شریف آدمی بھی رشوت دینے پر مجبور ہو جاتا ہے، جواز و عدمِ جواز کے مواقع معلوم نہ ہونے کی وجہ سے سخت پریشانی ہوتی ہے اور بسا اوقات خاصا نقصان اٹھانا پڑتا ہے
اس لیے کوئی ایسا جامع ضابطہ بیان فرمادیں جسے سامنے رکھ کر ہر موقع کا حکم معلوم ہو جائے، تاکہ احکامِ شرعیہ کی پابندی اور نافرمانی سے بچنے کا اہتمام کیا جا سکے۔

جواب: رشوت لینے دینے کی تین صورتیں ہیں، ہر ایک کا حکم لکھا جاتا ہے:

1...حکومت سے قضا یا اس جیسا کوئی منصب حاصل کرنے کے لیے

2...حاکم سے کوئی فیصلہ کروانے کے لیے

3...ظلم میں تعاون کے لیے

ان تینوں صورتوں میں رشوت لینا بھی حرام ہے اور دینا بھی۔

4...حاکم سے منعِ حق کا خطرہ ہو تو اس کو دفعِ ظلم کے لیے بھی رشوت دینا جائز نہیں، اس لیے کہ اس سے حاکم کی عادت بگڑے گی جو پوری قوم پر ظلم کا باعث بنے گی۔

5...جس سے ضرر کا اندیشہ ہو اسے رشوت دینا جائز ہے، لیکن اس کے لیے لینا حرام ہے۔ نقصان سے بچنے یا فائدہ حاصل کرنے کے لیے درمیان میں واسطہ بننے والے یعنی صرف سفارش کرنے والے کو رشوت دینا جائز ہے، البتہ سفارش کرنے والے کے لیے لینا جائز نہیں، ہاں اگر درمیانی واسطہ (سفارشی) کے ذمہ کوئی کام لگا دیا جائے تو اس کے لیے اس کام کی اجرت لینا جائز ہے، بشرطیکہ وہ یہ کام کرنے پر بذاتِ خود قادر ہو۔

مشترکہ مکان میں شرعی پردہ کرنے کا طریقہ

سوال: جس گھر میں پورا خاندان ساتھ رہتا ہو، وہاں پر شرعی پردہ کیسے کیا جائے؟ جبکہ نامحرموں (دیور، جیٹھ وغیرہ) کی آمد و رفت بکثرت رہتی ہو؟

جواب: صورتِ مسئولہ میں مجبوراً اتنا پردہ بھی کافی ہے کہ عورت حتی الامکان کھلے چہرے کے ساتھ سامنے نہ آئے، بل کہ گھونگٹ لٹکائے اور نامحرم کے ساتھ خلوت کا موقع بھی آنے نہ دے، ہنسی مذاق سے پوری احتیاط رکھے۔ یہ حکم اس وقت ہے، جبکہ مکان میں تنگی کی وجہ سے اتنی گنجائش نہ ہو کہ نامحرم کی آمد کے وقت عورت مکان کے اندرونی حصہ میں جاسکے یا پردہ درمیان میں لٹکا سکے۔ اگر اس کی گنجائش ہو تو چہرہ چھپا کر بھی سامنے آنے سے اجتناب کریں۔
یہ تو عورتوں کا حکم ہے۔
مردوں کے لیے حکم یہ ہے کہ گھر میں اطلاع دے کر داخل ہوں، نگاہ نیچی رکھیں اور ہنسی مذاق نیز خلوت سے مکمل احتیاط کریں۔

اہلِ میت کی طرف سے دعوت کی رسم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس طعام کے بارے میں جسے اہلِ میت تیار کر کے لوگوں کی دعوت کرتے ہیں، شادی کی طرح اس موقع پر بھی خویش و اقارب اور احباب کا اجتماع ہوتا ہے اور اس رسم کو ضروری سمجھا جاتا ہے؟

جواب: یہ مروّجہ دعوت درج ذیل وجوہات کی بنا پر بدعت اور ناجائز ہے:

1...یہ حقیقت میں ہندوؤں کی رسم ہے، اس لیے اس میں ان کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہے جو کہ شرعاً ممنوع ہے۔

2...شریعت میں خوشی کے موقع پر تو دعوت مشروع ہے، لیکن غمی کے موقع پر دعوت کہیں سے بھی ثابت نہیں، کتبِ فقہ میں تصریح ہے: ان الدعوۃ شرعت فی السرور لا فی الشرور

3...اس دعوت کو لازم سمجھا جاتا ہے، جبکہ غیر لازم چیز کو لازم سمجھنا ناجائز ہے۔

4...دعوت پر جو رقم صرف ہوتی ہے اس میں عموماً نابالغ یتیموں کا حصہ بھی ہوتا ہے، جبکہ قرآنِ کریم اور احادیث مبارکہ میں یتیموں کا مال کھانے پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔

5...اس دعوت سے مقصود ایصالِ ثواب نہیں ہوتا، بل کہ ریا و نمود مطلوب ہوتی ہے یا لوگوں کے طعن و تشنیع کے ڈر سے دعوت کی جاتی ہے جو کہ شرکِ اصغر ہے۔ ایصالِ ثواب مقصود نہ ہونے کی چند علامات یہ ہیں:

الف...چپکے چپکے صدقہ کرنا اعلانیہ صدقہ سے افضل ہے، اس کے باوجود اگر ان کو اس کی ترغیب دی جاتی ہے تو ہرگز قبول کرنے کو تیار نہیں ہوتے۔

ب...صدقہ نقدی کی صورت میں زیادہ بہتر ہے، کیوں کہ اس میں اخفا بھی آسان ہے اور فقرا کے لیے نافع بھی زیادہ ہے کہ جیسی ضرورت ہوگی اس نقد رقم سے پوری ہو سکے گی اور اگر فی الحال کوئی ضرورت نہ ہو تو اس کو وقتِ ضرورت کے لیے محفوظ بھی رکھا جا سکتا ہے۔ یہ فوائد دعوت میں نہیں، بل کہ بعض دفعہ کھانا مضر بھی ہوتا ہے۔ اس کے باوجود دعوت کرنے پر اصرار کرنے والے نقد صدقہ کے ذریعے ایصالِ ثواب پر راضی نہیں ہوتے۔
ایصالِ ثواب کے لیے صدقہ کی دوسری بہتر صورت یہ ہے کہ حاجت مند کی ضرورت کے پیشِ نظر اسے صدقہ دیا جائے، مثلاً مریض کو دوا، مسافر کو کرایہ، ٹکٹ، زادِ راہ وغیرہ بھوکے کو کھانا اور برہنہ کو لباس، جوتا، موسمِ سرما میں بے سر و سامان کمبل، لحاف وغیرہ۔ غرض کے دفعِ ضرورت کا خیال رکھا جائے، مگر یہاں تو بہر حال کھانا ہی کھانا ہے۔ خواہ مریض بلا دوا کے کرّاہ رہا ہو، برہنہ جسم سردی سے ٹھٹھر رہا ہو یا شدتِ گرمی سے چلا جا رہا ہو، مسافر منزلِ مقصود تک پہنچنے سے لاچار و مجبور ہونے کی وجہ سے پریشان ہو۔ اگر ان لوگوں کو دعوت کے بجائے صحیح طریقِ صدقہ کا مشورہ دیا جاتا ہے جو فقرا کے لیے بھی نافع ہو اور میت کے لیے بھی اور خود صدقہ کرنے والوں کو بھی تو جواب ملتا ہے کہ دعوت نہ کرنے کی صورت میں برادری ناراض ہو جائے گی، ہماری ناک کٹ جائے گی، لوگ کہیں گے "مر گیا مردود، نہ فاتحہ نہ درود"۔

ج...اگر ایصالِ ثواب کی نیت ہوتی تو فقرا و مساکین کو مقدم سمجھا جاتا، حالاں کہ ہوتا یہ ہے کہ اقربا و احباب کا اجتماع ہوتا ہے یا پھر اصحابِ اقتدار اور اہلِ ثروت لوگوں کو دعوت دی جاتی ہے۔ فقرا تو صرف برائے نام ہوتے ہیں، بل کہ کئی مواقع پر تو برائے نام بھی کوئی فقیر نہیں ہوتا۔ ان حالات میں اس دعوت کو کیوں کر یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ ایصالِ ثواب کے لیے ہے۔

سلطان محمد فاتح کا حیرت انگیز کارنامہ

طارق محمود

ایک عظیم کارنامہ جو سلطان محمد فاتح نے اکیس سال کی عمر میں انجام دیا اور جس کو پانے کے لیے نہ جانے کتنے ہی حکمرانوں نے خون کی بازی لگادی، لیکن فتح نصیب نہ ہوئی۔ 19 سال کی عمر میں سلطان محمد ثانی سلطنتِ عثمانیہ کے ساتویں حکمران بنے۔ قسطنطنیہ (استنبول) نہایت خوبصورت شہر تھا۔ یہ شہر گیارہ سو سال تک سلطنتِ روما کا پایۂ تخت رہا ہے۔ عیسائیوں کے مشرقی کلیسا کا مرکزی شہر بھی یہی تھا۔ سلطنتِ روما کے زوال کے بعد جب یہ شہر مسلمانوں کے قبضے میں آیا تو خلافتِ عثمانیہ کا دارالحکومت بھی یہی بنا۔

اس شہر کے تین اطراف میں پانی اور ایک طرف خشکی تھی۔ اس لیے اس کو فتح کرنا بے حد مشکل تھا، لہٰذا سلطان کی کوشش تھی کہ خشکی کی طرف سے حملہ کیا جائے، کیوں کہ یہاں سے حملہ ہو سکتا تھا، لیکن یہ حصہ بہت مضبوط تھا، یکے بعد دیگرے تین دیواریں اس قلعے کی حفاظت کرتی تھیں، جب کہ اندرونی دو دیواریں حد درجہ مضبوط تھیں اور ہر دیوار کا فاصلہ 60 فٹ تھا۔ بازنطینیوں کی تاریخ میں اس شہر کا محاصرہ کم از کم چھبیس مرتبہ ہوا، لیکن کوئی بھی اس شہر کو فتح کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔

سلطان محمد ثانی نے قسطنطنیہ پر حملہ کرنے سے پہلے اپنے تمام دشمنوں سے صلح کر لی، تاکہ اپنے مقصد (استنبول کی فتح) کو حاصل کرنے میں یکسوئی رہے اور پھر پانچ میل کے فاصلے پر ایک قلعہ تعمیر کروایا اور ترکی انجینیر "اربان" سے اس وقت کی سب سے بڑی توپ بنوائی، جس کا قطر 2.5 فٹ تھا اور 180 جہازوں کا بیڑا بھی بنوایا اور دو سال تک محاصرے کی تیاریوں میں مصروفِ عمل رہے۔ قسطنطین شاہِ روم نے سلطان کے خلاف مدد کے لیے یورپی حکمرانوں کو خط لکھے، لیکن کوئی بھی مدد کے لیے آمادہ نہ ہوا، البتہ جینوا کا ایک کمانڈر دو جہاز اور ستّر فوجی اپنے ہم راہ لے کر مدد کے لیے روانہ ہوا۔ سلطان نے قسطنطین پر پچاس دن محاصرہ جاری رکھا اور ہر ممکنہ کوششیں کیں، یہاں تک کہ سُرنگیں بھی کھودی گئیں، لیکن اس کا بھی قسطنطین کو پتا چل گیا اور یہ تدبیر ناکام ہو گئی، سمندری راستے سے بندرگاہ گولڈن ہارن (آبنائے باسفورس کی ایک پتلی سی شاخ ایک سینگ کی شکل میں مشرق کی طرف جاتی ہے، جو گولڈن ہارن کہلاتی ہے) کے اندر بھی جہاز داخل کرنا ممکن نہ تھا، کیوں کہ لوہے کا مضبوط زنجیرہ بندرگاہ پر اس طرح سے باندھا گیا تھا کہ کوئی جہاز بھی اندر داخل نہیں ہو سکتا تھا، لہٰذا سلطان کے پاس وزرا و مشیر کے مشورے پہنچنے شروع ہوگئے کہ قسطنطنیہ کو فتح کرنا ناممکن نظر آتا ہے، لیکن سلطان محمد ثانی الفاتح اپنے نبی ﷺ کی محبت سے سرشار، نبی ﷺ کی زبانِ مبارک سے نکلی ہوئی وہ بشارت کہ "تم ضرور قسطنطنیہ فتح کروگے، وہ فاتح بھی کیا باکمال ہوگا اور وہ فوج بھی کیا باکمال ہوگی۔" کو عملی جامہ پہنانے کی ٹھان لی تھی اور ایک ناقابلِ یقین اور فیصلہ کن تدبیر کرنے کے لیے تیاریاں شروع ہو گئیں۔

تدبیر یہ تھی کہ جہازوں کو گولڈن ہارن میں پہنچانے کے لیے خشکی پر چلایا جائے جو کہ دس میل کی مسافت تھی۔ اس غرض کو پورا کرنے کے لیے آبنائے باسفورس کے مغرب کی طرف جو ساحل ہے، اس سے جہاز خشکی پر چڑھا کر گولڈن ہارن میں اتارا جانا تھا۔ باسفورس کے ساتھ جو جنگل تھا، اس جنگل سے درختوں کو کاٹا گیا اور اس کے تختے بنائے گئے اور جانوروں کو ذبح کر کے ان کی چربی ان تختوں پر ملی گئی، جس سے وہ تختے چکنے ہو گئے اور پھر ستّر جہاز نما کشتیوں کو ایک ایک کر کے ان تختوں پر چڑھا کر بیلوں اور آدمیوں کی مدد سے یہ دس میل کی پہاڑی سر کر کے گولڈن ہارن تک پہنچا دیا گیا، لہٰذا خشکی کے ساتھ ساتھ بحری محاصرہ بھی مکمل ہو گیا، اس کے ساتھ ہی سلطان محمد فاتح نے گولڈن ہارن پر ایک پل تعمیر کروایا اور اس کے اوپر توپ خانہ نصب کروادیا۔

اب چوں کہ دونوں طرف سے محاصرہ مضبوط ہو چکا تھا، اس لیے بھاری گولہ باری سے توپوں کا منہ کھول دیا گیا اور مسلسل ہمت، جرأت اور بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے قسطنطنیہ کی فتح اکیس سالہ نوجوان سلطان محمد فاتح کا مقدر بنی۔

دنیا کی تاریخ کا یہ عظیم کارنامہ تھا، جس نے ہر ایک کو حیران و پریشان کر دیا اور کلیسا "آیا صوفیا" جو صدیوں سے عیسائیوں کا مرکز چلا آ رہا تھا، اب وہ مسجد میں تبدیل ہو گیا تھا اور یہاں پہلی بار دی جانے والی اذان کی آواز کی گونج نے کفر و شرک کے تمام بت توڑ دیے اور یورپی مؤرخ یہ لکھنے پر مجبور ہو گئے کہ "یہ ایک معجزہ تھا۔"

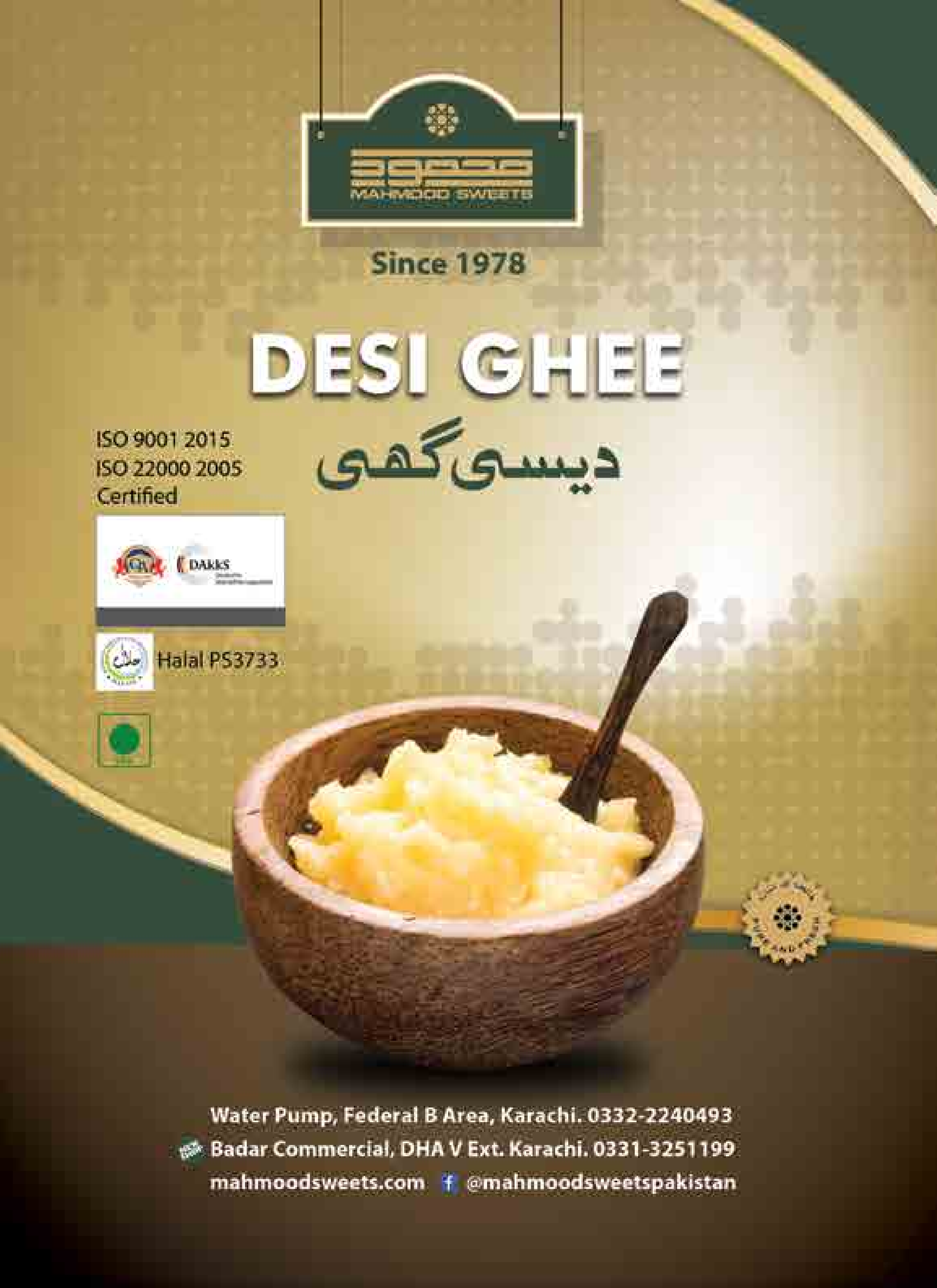

MAHMOOD SWEETS
Since 1978
DESI GHEE
دیسی گھی
ISO 9001 2015
ISO 22000 2005
Certified
DAkkS
Halal PS3733
Water Pump, Federal B Area, Karachi. 0332-2240493
Badar Commercial, DHA V Ext. Karachi. 0331-3251199
mahmoodsweets.com
@mahmoodsweetspakistan

تعارف

دھنیا کو عربی میں کزبرۃ، فارسی میں کشنیز اور انگریزی میں Coriander کہتے ہیں۔ اس کا نباتاتی نام CoriandumSativum ہے۔ مزاج کے لحاظ سے یہ سرد و خشک درجہ دوم ہے۔ اندرونی طور پر یہ کاسرالریاح، مفرح، مقوی قلب و دماغ ہے۔ معدے کو بھی قوت دیتا ہے اور دستوں کو بند کرتا ہے۔

سر درد کا مؤثر علاج

سر درد بعض دفع گرمی سے ہوتا ہے اس کے لیے یہ نسخہ مفید ہے۔

نسخہ : نمبر 1۔ ھوالشافی : دھنیا خشک 6 ماشہ، آملہ خشک 3 ماشہ رات کو مٹی کے پیالے میں بھگو دیں، صبح چھان کر مصری ملا کر پی لیں۔

نسخہ : نمبر 2۔ ھوالشافی : دھنیا خشک 10 تولہ کوٹ لیں اور اس کو ایک سیر پانی میں آگ پر پکائیں، جب پک کر چھ چھٹانک پانی رہ جائے تو اتار لیں، اس کو چھان کر چھ چھٹانک مصری ملا کر پلائیں۔

دُکھتی آنکھیں

گرمی اور دماغ کی کمزوری کی وجہ سے اچانک آنکھوں کے آگے اندھیرا سا چھا جاتا ہے، اور آنکھیں دکھنے لگتی ہیں۔

علامات : ● اول تو گرمی کے موسم میں دکھیں گی۔ ● دوسرا آنکھوں میں سے پانی نہیں نکلے گا، بل کہ خشک حالت میں ہی دکھتی ہوں گی۔
● تیسرا آنکھوں کو گرمی ہی محسوس ہو گی، گویا مریض کو جلتی ہوئی معلوم ہوں گی۔

نسخہ : ھوالشافی : سبز دھنیا 1 تولہ اور کافور 1 ماشہ باریک پیس کر ململ کے صاف کپڑے میں پوٹلی باندھ کر آدھی پیالی پانی میں بھگو کر آنکھوں پر اس طریقے سے پھیریں کہ پانی کی بوندیں آنکھ کے اندر بھی چلی جائیں۔ اس طرح فوراً ٹھنڈک پڑ جائے گی اور آنکھیں درست ہو جائیں گی۔

دھنیے کی خوبیاں

دھنیا اپنی خوبیوں اور خاصیتوں کی بدولت جڑی بوٹیوں میں امتیازی حیثیت رکھتا ہے اور خاص طور پر یہ کئی پاکستانی کھانوں میں ڈالا جاتا ہے۔

● خشک اور پسا ہوا دھنیا گرم مسالے کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔

● بہت سے پکے ہوئے کھانوں میں خوشبو پیدا کرنے کے لیے سبز دھنیے کی پتیاں

دردِ شقیقہ

یعنی آدھے سر کا درد مریض کو بہت تڑپاتا ہے، اس کے لیے ایک مجرب نسخہ نوٹ فرمالیں۔

ھوالشافی : دھنیا خشک 5 گرام، اسطوخدوس 5 گرام، سیاہ مرچ 3 عدد، سمسوک ایرانی 5 گرام۔

اوپر سے بکھیر دی جاتی ہیں، مثلاً دال، حلیم، نہاری اور پائے وغیرہ
- دھنیے کی چٹنی بھی بہت ذائقے دار ہوتی ہے، لہٰذا پکوڑے یا سموسے کھاتے وقت لوگ دھنیے کی چٹنی بھی بنا کر ضرور ساتھ رکھتے ہیں

تمام اجزا کو ایک پیالی پانی میں جوش دے کر چھان کر حسبِ ذائقہ چینی ملا کر سورج نکلنے سے پہلے چند روز تک استعمال کیا جائے۔ بادی اور ثقیل چیزوں سے پرہیز کیا جائے اور قبض نہ رہنے دیا جائے تو انشاء اللہ اس نسخے سے آدھے سر کا درد دور ہو جائے گا۔

فوائد

- دھنیا عضلات کو قوی بناتا اور ان کے انحطاط کو ختم کرتا ہے۔
- دھنیا پیس کر پانی میں بھگو کر اس کا لیپ کرنے سے تل اور مسے مٹ جاتے ہیں۔
- دھنیے میں شامل حیاتین ج جگر کے زہریلے مادوں کو صاف کر دیتا ہے۔
- سبز دھنیے کا پانی آنکھ میں ٹپکانے سے چیچک کا آبلہ آنکھ میں نہیں پڑتا۔
- بھنا ہوا دھنیا نفخِ شکم، بدہضمی اور جنسی ہیجان کو دور کرنے کے لیے سفوف بنا کر کھلاتے ہیں۔
- دھنیے میں حیاتین الف ہوتا ہے جس سے بینائی میں اضافہ ہوتا ہے۔
- دھنیا خوب باریک پیس کر زخم پر لگانے سے خون بہنا بند ہو جاتا ہے۔
- دھنیے کا تیل دافع عفونت اور دافع جراثیم ہوتا ہے۔
- دھنیے کی کلی منہ کے جوش اور گلے کے درد کو نافع ہے۔
- مقوی باہ ہے، مادہ تولید کی پیدائش بڑھانے میں نہایت مفید ہے۔
- کیلشیم ہڈیوں کو مضبوط کرتا اور انھیں بڑھاتا ہے۔ پوٹاشیم جس سے دل کی دھڑکن اعتدال پر رہتی ہے۔
- دھنیے کے ڈنٹھل اور پتیوں میں کئی معدنیات ہوتی ہیں، مثلاً: فولاد جو خون میں سرخ ذرات کا اضافہ کرتے ہیں۔
- نکسیر کا خون بند کرنے کے لیے سبز دھنیا کا پانی لے کر مریض کو سنگھائیں۔
- سبز پتے باریک پیس کر پیشانی پر لیپ کریں۔ گرمی کی وجہ سے ناک کے راستے سے بہنے والا خون رک جائے گا۔
- اگر بھوک کم لگتی ہو تو سبز دھنیا کا رس نکال کر دو تولہ روزانہ پلائیں، تین روز میں بھوک چمک اُٹھے گی۔
- قے اگر کسی طرح بند ہونے میں نہ آتی ہو تو سبز دھنیا کا پانی تھوڑے تھوڑے وقفہ سے ایک ایک گھونٹ پلائیں۔
- دل تیز دھڑکتا ہو تو دھنیا پانچ تولہ میں مصری پانچ تولہ ملا کر کوٹ چھان لیں، روزانہ چھ ماشے ہمراہ تازہ پانی کے ساتھ نوش کریں یا
- ایک تولہ دھنیا کوٹ کر رات کے وقت مٹی کے کورے پیالے میں آدھ سیر پانی ڈال کر بھگولیں۔ صبح چھان کر شکر یا مصری ملا کر نوش کریں۔
- دھنیے کی پتیاں حیاتین سے مالا مال ہوتی ہیں، ایسی غذائیں جن میں دھنیا شامل ہوتا ہے وہ بصارت سے متعلق امراض کو دور کرتی ہیں۔
- دھنیے میں حیاتین 'ک' بھی ہوتا ہے۔ جس سے جوڑوں کی تکلیف بھی دور ہو جاتی ہے اور ہڈیوں کی گنجائنیت (Density) میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔
- دھنیے کی چٹنی دل کے مریضوں کے لیے مفید ہے، اس لیے کہ اس میں حیاتین ج ہوتا ہے جو خراب کولیسٹرول (ایل ڈی ایل) کی سطح کو گھٹاتی ہے۔
- شدّتِ پیاس میں دھنیا دو تولہ کوٹ کر مٹی کے کورے کوزے میں آدھ سیر پانی میں بھگو دیں، صبح کے وقت چھان کر مصری ملا کر مریض کو تھوڑا تھوڑا کر کے پلائیں پیاس ختم ہو جائے گی۔ خواہ گرمی کے بخار کی وجہ سے ہو یا کسی اور سبب سے۔

منہ کے چھالے دور

منہ کے چھالوں میں 10 سے 12 گرام دھنیا کوٹ کر نصف لیٹر پانی میں ابال لیجیے، جب پانی چوتھائی رہ جائے تو اسے چھان لیجیے، اس کے ٹھنڈا ہونے پر اس سے کلی کرنے سے منہ کے چھالوں کو آرام آجاتا ہے۔

دھنیا اور جگر کی طاقت

ضعفِ جگر میں دھنیا اور سونٹھ ہم وزن لے کر ان کے ساتھ تھوڑا سا کالا نمک ملا کر انھیں پیس کر چورن بنا لیجیے۔ چند دنوں تک پانی کے ساتھ تین گرام چورن صبح و شام استعمال کرنے سے جگر کو طاقت ملتی ہے، پھرتی آتی ہے اور بھوک لگنے لگتی ہے۔

دھنیے کا تیل

کھانے کی رغبت کم ہو تو دھنیا، چھوٹی الائچی اور کالی مرچ ہم وزن مقدار میں پیس کر چوتھائی چمچ چینی ملا کر لینے سے بھوک بڑھ جاتی ہے۔ بچوں کے پیٹ میں اپھارہ اور درد ہو جائے تو ایک سے چار بوند دھنیے کا تیل مصری کے ساتھ دینے سے فائدہ ہوتا ہے۔

پیشاب میں رکاوٹ... دھنیا کرے دور

پیشاب میں جلن اور رکاوٹ ہو تو پندرہ گرام دھنیا رات کو کورے مٹی کے پیالے میں 250 ملی لیٹر پانی میں بھگو دیجیے، صبح اسے پیس چھان کر اس میں مصری ملا کر مریض کو پلائیں انشاء اللہ تکلیف دور ہو جائے گی۔

نظر کی کمزوری... دھنیے سے دور

مغز دھنیا بیس تولہ، مصری کوزہ بیس تولہ ان دونوں اشیاء کو الگ الگ کوٹ کر آپس میں ملا لیں، نظر کی کمزوری، بینائی کا دھندلا پن، سر کا درد، چکر، نیند کا نہ آنا وغیرہ اس دوا کے استعمال سے بہت جلد دور ہو جاتے ہیں۔ اس کی خوراک چھ ماشہ ہے، صبح کے وقت بغیر کچھ کھائے بے رات کے باسی پانی سے نوش کریں اور اس کے بعد ایک گھنٹے تک کچھ نہ کھائیں۔

ہمایوں نے اپنی خواہش کا اظہار پھر سے کیا کہ مصطفیٰ اور ذیمل کی شادی جلد ہو جانی چاہیے، مگر اس اظہار کے بعد پھر سے ذیمل کی وہی حالت اور وہی دورہ پھر سے شروع ہو گیا... وہ حد سے زیادہ پریشان تھے آخر کب تک یوں ہی چلے گا کب تک وہ ذیمل کو دیکھتے رہیں گے۔ یا الٰہی! کیا ماجرا ہے؟ ذیمل... دھوکا، نہیں، نہیں۔ ہماری ذیمل دھوکا فریب نہیں دے سکتی۔ پورے گھر میں ماتم کی سی کیفیت ہو گئی تھی۔

"اٹھو ذیمل۔" ہمایوں نے کہا۔

"کہاں؟" ذیمل پوچھنے لگی۔

"سوال جواب نہیں۔" وہ اسے گھسیٹتے ہوئے گاڑی تک لے کر آیا۔ فرنٹ سیٹ کھول کر گاڑی میں دھکیل دیا۔ وہ روتی، چیختی، چلاتی رہی، مگر ہمایوں کو پرواہ نہ تھی۔ آج وہ صرف اور صرف سچ جاننا چاہتا تھا۔ ذیمل کے بارے میں ان کا دل غلط بات نہ مانتا تھا، مگر پھر بھی وہ انسان تھی، انسانوں سے غلطیاں ہو ہی جاتی ہیں۔ کیا پتا... نہیں، نہیں۔ انھیں سوچوں میں

غرق گاڑی لاہور کے شہر میں داخل ہو گئی۔ مفتی صاحب نے جو ایڈریس اسے دیا تھا، وہ سامنے تھا۔ ذیمل سنبھل چکی تھی۔

"ذیمل پلیز...! میں تمھیں یہاں تمھاری بھلائی کے لیے لایا ہوں۔ تم نے سب سچ بتانا ہو گا۔ پلیز... ہم سب تمھاری وجہ سے بہت پریشان ہیں۔"

ذیمل نے اقراراً سر ہلایا اور گھر کی طرف چل پڑی۔ گھر میں اس کی ملاقات ایک بوڑھی عورت سے ہوئی۔ ہمایوں گاڑی میں ہی تھا، کیوں کہ وہ خاتون پردہ کرتی تھیں۔ بوڑھی عورت اس کے پاس آئی۔ اس نے بی بی زینب کے بارے میں پوچھا؟ بوڑھی عورت کافی باتونی تھی، وہ اس زینب کے بارے میں بتانے لگی کہ "کیسے یہ لٹے پٹے ہوئے کشمیر سے آئے۔ بھارتی فوجیوں نے اس کے تین جوان بیٹے مار ڈالے، اس کی بیٹی کو اٹھا لیا اور کیسے اس کے ہاتھ پاؤں توڑ ڈالے، مگر کیسا صبر ہے اس میں کہ اس نے پھر بھی ان لوگوں کو معاف کر ڈالا۔"

"کیوں معاف کیا، بدلہ کیوں نہیں لیا، رپورٹ کیوں نہیں درج کروائی؟" ذیمل نے جلدی سے پوچھا۔

"بیٹا! وہ کہتی ہے کہ آج میں اگر کسی کی بڑی سے بڑی غلطی معاف کروں گی تو اللہ کل میرے بڑے سے بڑے گناہ معاف کرے گا۔"

وہ حیران تھی، وہ جلد از جلد صبر کے پیکر سے ملنا چاہتی تھی۔ اس نے اس بوڑھی عورت سے درخواست کی کہ وہ زینب سے ملنا چاہتی ہے، وہ بوڑھی عورت اندر گئی۔ "چلو بیٹا! زینب بی بی نماز سے فارغ ہو گئی ہیں۔" وہ اسے لے کر کمرے کی طرف چل پڑی۔ ذیمل نے کمرے میں جاتے ہوئے ایک پنک سی لڑکی کو وہیل چیئر پر بیٹھے دیکھا۔ اس نے آہستگی سے سلام کیا اور بہت محبت سے سلام کا جواب دیا گیا۔

"میری بہن! سب سے پہلے تو میں آپ کو یہ بتائے دوں کہ میں کچھ نہیں کر سکتی سوائے تمھاری راہ نمائی کے۔ کیا تمھیں لگتا ہے کہ تم پر جادو ہے؟"

"جی...!" ذیمل نے بہت آہستگی سے جواب دیا۔

"میں یہ نہیں کہتی کہ جادو نہیں ہوتا، جادو تو برحق ہے، مگر اللہ کی مرضی کے بغیر کوئی ایک پتہ بھی نہیں ہلا سکتا۔" وہ ٹھہرے ہوئے پر سکون لہجے میں کہہ رہی تھی۔ ذیمل کو رشک آ رہا تھا، اس کا پُرسکون چہرہ دیکھ کر۔

"جادو کیا ہے؟ کیا اس کا وجود ہے اور کیا وجوہات ہیں؟" ذیمل نے پوچھا۔

"عربی میں جادو کو "سحر" کہتے ہیں۔ ہر ایسے اثر کو سحر کہا جاتا ہے، جس کی وجہ سے جادو میں کچھ ایسے اثرات ہوتے ہیں، جس کی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ انسان اپنے اندر، اپنے ماحول میں چند اثرات محسوس کرتا ہے" اسے ایک دم اپنے اندر کی وہ بے چینی یاد آنے لگی۔ بے بسی سے اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے، اس نے زور سے آنکھیں بھینچ لیں "وہ اثرات (جاری ہے)

MILLAT™
Quality Plastic Products

PARUS PLASTIC (Pvt) Limited.
Phone: +92 21 32593162, 0324 2266627, 0331 00PARUS (0072787)
E-mail: trade.enq@parusplastic.com | Website: www.parusplastic.com
Customer Feedback: cus.feedback@parusplastic.com

MANUFACTURER OF
- Kitchen Ware
- Bathroom Ware
- House Hold
- Food & Other Packagings

خط نمبر 39

محمد دانش

باپ کا بیٹی کے نام خط

ساس بہو کا مسئلہ

میری سعادتمند بیٹی۔ ہزار ہا دعائیں

پچھلے خط میں ساس اور بہو کے تنازع کے متعلق بات ادھوری رہ گئی تھی۔ چناں چہ اس خط میں وضاحت کے ساتھ تحریر کر رہا ہوں۔

اکثر گھرانوں میں ساس اپنی بہو سے یہ توقع رکھتی ہیں کہ وہ ساس سے بھی اسی شدّت سے محبت کرے، جس طرح وہ اپنی والدہ سے کرتی ہیں اور وہ ہر بات پر اپنی بہو کا مقابلہ اپنی بیٹی سے کرتی ہیں۔ اسی طرح بہو بھی اپنی ساس سے یہ توقع کرتی ہیں کہ وہ اُسی ممتا بھری محبت کا اظہار ان سے کریں جیسا وہ اپنی بیٹی سے کرتی ہیں اور اپنا مقابلہ اپنی نند سے کرتی ہیں۔ ایسی صورت میں دونوں کو مایوسی کا سامنا کرنا پڑتا ہے، کیوں کہ یہ سوچ اور توقعات غیر فطری اور غیر حقیقت پسندانہ ہے اور ایسی توقعات پوری نہ ہونے کی صورت میں ساس بہو کے تعلقات میں مایوسی کے ساتھ ساتھ کشیدگی اور تناؤ پیدا ہوتا ہے جو بڑھ کر دونوں کے درمیان فاصلے پیدا کر دیتا ہے۔

ساس اور بہو کو اس حقیقت کا احساس دلانے کی ضرورت ہے کہ خونی رشتوں کا مقابلہ تعظیمی رشتوں سے کرنا حقیقت پسندی نہیں۔ ساس اور بہو کے رشتے اور تعلقات کا انحصار ایک دوسرے سے برتاؤ پر ہے۔ اگر دونوں ایک دوسرے کا مقام تسلیم کریں، عزت و محبت سے پیش آئیں، ایک دوسرے کی ضروریات اور احساسات کا خیال رکھیں اور دکھ سُکھ میں شریک رہیں تو یہ رشتہ مضبوط اور مثالی ہو جاتا ہے اور کبھی کبھی یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ یہ رشتہ خونی رشتے پر بھی سبقت لے جاتا ہے، جیسا کہ میں پہلے بھی بتا چکا ہوں ہر رشتہ محبت، خیال رکھنے اور قربانی سے مضبوط ہوتا ہے اور اس میں پہل بہو کی جانب سے ہو نا زیادہ موثر ہے، کیوں کہ وہ سسرال میں باہر سے آتی ہے اور اپنے حسنِ سلوک سے اپنی جگہ بناتی ہے۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ شروع ہی سے بہت زیادہ توقعات وابستہ نہیں کرنی چاہیے، تاکہ بعد میں مایوسی اور شکوے شکایت نہ ہوں۔

ساس اور بہو کے تعلقات اگر لین دین کی وجہ سے خراب ہو رہے ہوں، مثلاً ان کی توقعات کے مطابق بہو جہیز نہ لا سکی یا ان کے مطالبات پورے نہ کر سکی تو ایسی صورت میں خاندان کے دیگر افراد پر لازم ہے کہ وہ ساس کو ان کے غیر مناسب رویّے کا احساس دلائیں اور اس سے باز رکھیں۔ ساس بہو کے درمیان اچھے تعلقات میں لڑکی والوں کا کردار بہت اہمیت کا حامل ہے۔ وہ اپنی بیٹی کو صحیح تربیت دیں، بزرگوں کی عزت کرنا سکھائیں، صبر و تحمل اور برداشت کی عادت ڈالیں، محبت اور اپنائیت سے رہنے کی تلقین کریں، رشتوں کا حسبِ مراتب احترام کرنا سکھائیں۔ شادی شدہ بیٹی کے معاملات میں دخل اندازی سے اجتناب کریں اور بیٹی کے سسرال والوں خصوصاً داماد کو عزت و احترام دیں اور حسنِ سلوک سے پیش آئیں تو اس طرح یقینی طور پر دونوں گھرانوں میں محبت اور مفاہمت کی فضا پیدا ہو گی اور ساس بہو کے تعلقات بھی بہتر ہوں گے۔

اسی طرح لڑکے والوں کا رویّہ بھی نہایت اہم ہے۔ لڑکے کی والدہ چوں کہ اس گھرانے کی منتظمِ اعلیٰ اور خاتونِ خانہ ہوتی ہے، اس وجہ سے اس کا کردار اور برتاؤ ایک کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔ اگر وہ گھر میں اتفاق، حسنِ سلوک اور انصاف کی بنیاد ڈالے تو گھر کے دیگر افراد باہمی افہام و تفہیم اور سلوک سے رہ سکتے ہیں اور ساس بہو کے درمیان بھی اچھے تعلقات قائم ہو سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ اگر اس کو بہو سے شکایات ہوں تو بہتر یہی ہے کہ وہ فوری طور پر بات کر کے خود ہی اسے دور کر لے۔ کسی دوسرے سے اس کی برائی ہرگز نہ کرے اور نہ ہی رشتے داروں، ملنے والوں اور پڑوسیوں کو یہ اجازت دے کہ وہ بہو کے خلاف کوئی بات

کریں۔ دوسرے یہ کہ اپنے بیٹے کو بہو کے خلاف بھڑکانا انتہائی غلط رویّہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک شوہر بیوی کے درمیان نااتفاقی ڈلوانا انتہائی ناپسندیدہ فعل ہے ‘لہٰذا اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔ اگر کسی بات کی وضاحت کرنی ہو تو بیٹے اور بہو دونوں کے سامنے کریں۔ اس ضمن میں گھر کی بہو پر بھی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ماں اور بیٹے کے رشتے کے تقدّس‘ قربت اور محبت کو ذہنی طور پر قبول اور دل سے تسلیم کرلے اور کبھی بھی اپنا مقابلہ اپنے شوہر کی ماں سے نہ کرے‘ کیوں کہ دونوں کا مقام اور مرتبہ مختلف ہے۔ اولاد ماں کے جسم کا حصہ ہوتی ہے اور بیوی شریک حیات اور شوہر کا لباس‘ دونوں کی حیثیت اپنی اپنی جگہ نہایت اہم اور مستحکم ہے‘ لیکن ان میں تصادم کی کوئی گنجائش نہیں‘ کیوں کہ دونوں کے دائرۂ کار مختلف ہیں۔ اس لیے بیوی کو ماں بیٹے کی محبت اور تعلقات کے درمیان آنے یا بیٹے کو ماں سے دور کرنے کی کوشش ہرگز نہیں کرنی چاہیے‘ کیوں کہ یہ ظلم ہے اور ظلم چاہے ساس کرے یا بہو دونوں غلط اور ناقابلِ برداشت ہے۔ دیکھو بیٹی! والدین لڑکے کے ہوں یا لڑکی کے دونوں کو ان کی قدر کرنی چاہیے۔ ان کی دعائیں لینے سے دین و دنیا دونوں ہی سنورتی ہیں۔ ان کا دل دُکھانے یا ان کے حقوق ادا نہ کرنے والا کبھی پھلتا پھولتا نہیں۔ یہ میرا مشاہدہ اور ایمان ہے۔

آپ تو جانتی ہیں بیٹی! آج کے اس مشینی دور میں زندگی انتہائی مصروف ہوگئی ہے اور اس مصروف زندگی میں انسان ذہنی سکون اور قلبی اطمینان سے روز بروز دور ہوتا جارہا ہے اور دماغی تناؤ کا شکار ہوتا جارہا ہے۔ ایسے دور میں ساس بہو کے روایتی جھگڑے کی کوئی گنجائش نہیں کہ اس طرح ساس‘ بہو‘ بیٹا تینوں ہی ذہنی پریشانیوں اور کرب میں مبتلا ہوجائیں گے۔ ظاہر ہے کہ جب کوئی کسی دوسرے کو تکلیف دیتا ہے تو وہ خود بھی ذہنی تکلیف میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ میرے خیال میں ساس بہو کی چپقلش اور لاحاصل کشیدگی کا اب خاتمہ ہوجانا چاہیے۔

دعاگو

آپ کے ابو

بقیہ پہاڑ اور مکھی

آج عصر کے بعد دادی امی کے کمرے میں معاذ بیٹھا تھا۔ دادی امی کا طریقہ تھا کہ کمرے کا دروازہ تو کھلا رہتا‘ لیکن اگر کوئی فرد کمرے میں ہوتا تو پردہ ڈلوادیتیں‘ تاکہ باہر سے اندر آنے والا اجازت لے کر اندر داخل ہو اور اگر پردہ نہ ڈلا ہو تو یوں ہی داخل ہوجائے۔ معاذ پردہ ڈالنا بھول گیا تھا اور دادی امی کو بھی یاد نہ رہا۔ سہلا دادی امی کو اپنی قرآن کی منزل سنانے بے دھڑک ہی دادی امی کے کمرے میں داخل ہوگئی‘ وہ ہی لمحہ تھا‘ جب معاذ نے دادی سے بات کرتے کرتے نظریں اٹھائیں تھی۔ سہلا کو ایسا لگا جیسے اس کے جسم سے جان نکل گئی ہو‘ وہ بچپن سے کسی نامحرم کی نگاہ میں نہیں آئی تھی اور نا ہی اس نے کسی نامحرم پر نظر ڈالی تھی۔ چند لمحے تو وہ بُت بنی کھڑی رہی۔ سامنے سرخ و سفید رنگت کا باریش صحت مند سا مرد بیٹھا تھا‘ وہ تو جانتی بھی نہ تھی کہ یہ کون ہے؟ سہلا تیزی سے پلٹی تو اس کے گلابی دوپٹے کا پلّو دروازے میں اٹک گیا‘ وہ جھنجھلا کر پلٹی‘ لیکن اپنا چہرہ تب تک ڈھانپ چکی تھی۔ دوپٹہ نکال کر کمرے میں آگئی تھی‘ جب سے رو رو کر اس کا برا حال تھا۔ ہالہ آخری سال میں پڑھ رہی تھی‘ اس کی بات سن کر تسلّی سے بیٹھی رہی‘ بل کہ اپنا ماتھا پیٹ ڈالا۔

”آپ... وہ آپ کے ہونے والے شوہر ہیں‘ اس میں کوئی اتنی بڑی بات تو نہیں... اور ویسے بھی نکاح سے پہلے ایک نظر دیکھنے کی اجازت ہوتی ہے۔ آپ وہ والی نظر سمجھ لیجیے گا نا...!!“ وہ سہلا کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر تسلّی دے رہی تھی۔ ”تم... تم نہیں سمجھتیں...!“ ایک بار پھر اس کا رونا شروع ہوچکا تھا۔

”سہلا ٹھیک کہہ رہی ہے ہالا بچے...!!“ دادی امی کمرے میں داخل ہوتے ہوئے ہالہ سے مخاطب ہوئیں ”مومن بندہ گناہ کو ایسا سمجھتا ہے کہ گویا ایک پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہوا اور وہ اس پر گرنے لگا ہے اور فاجر شخص گناہ کو ایسا سمجھتا ہے گویا اس کے ناک پر ایک مکھی بیٹھی تھی‘ وہ اُڑا دی یعنی اسے ذرا بھی پرواہ نہ ہوئی۔“ پھر سہلا سے مخاطب ہوکر کہا: ”لیکن میرا بچہ سہلا...! گناہ کا خوف اس کے مناسب اور رحمت کی امید اس کے مناسب ہونی چاہیے اور تم سے انجانے میں گناہ ہوا ہے‘ لہٰذا تم اللہ کی رحمت سے معافی کی امید زیادہ رکھو۔“ سہلا‘ دادی امی کی باتیں سنتے ہوئے اپنی انگلیاں مروڑ رہی تھی۔ ”لیکن دادی امی مجھے ڈر لگتا ہے... وَامۡتَازُوا الۡيَوۡمَ اَيُّهَا الۡمُجۡرِمُوۡنَ (اور مجرم لوگ آج کے دن الگ کردیے جائیں گے) کہیں قیامت کے دن مجھے الگ کرکے مجرموں میں نہ شامل کردیا جائے۔“

حقیقت یہی ہے کہ جن کے قلوب قوتِ ایمانی اور نورِ الٰہی سے منوّر ہوں‘ انھیں چھوٹا سا گناہ بھی پہاڑ کے برابر محسوس ہوتا ہے اور ہمارا اپنا یہ حال ہے کہ بڑے بڑے گناہ کرکے بھی گناہ کو گناہ نہیں سمجھتے یا سو حیلے بہانوں سے اپنے دل کو تسلّی دے لیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے‘ یہاں تک کہ بعض گناہ کرکے توبہ کرنا بھی ضروری نہیں سمجھتے... بلکہ مکھی کی طرح اُڑا دیتے ہیں۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ہر عمل اللہ کی رضا کے لیے ہو‘ رسول اللہ ﷺ کے طریقے کے مطابق ہو اور اگر کوئی خطا ہوجائے تو فوراً اللہ کے آگے ندامت کے آنسو بہائے جائیں۔

پہاڑ اور مکھی

کائنات غزل

”وہ کانپ رہی تھی...لرز رہی تھی۔“

یوں محسوس ہوتا تھا' جیسے اسے شدید سردی لگ رہی ہے' لیکن...وہ پسینوں میں تر بتر تھی۔ سخت سردیوں کی شام میں وہ یوں پسینوں میں نہارہی تھی' جیسے جون کے تپتے سورج کے نیچے کھڑی ہو۔ اسے لگ رہا تھا' جیسے یہ اس کی زندگی کی آخری رات شام ہے اور اسے لگا جیسے اس کا چہرہ تپ رہا ہے' جہنم کی آگ کی لپیٹیں اس کے چہرے کی جانب اٹھ اٹھ کر آرہی ہیں' جو بہت جلد اس کا حسین چہرہ جُھلسانے والی ہیں۔

وہ بھاگی...اور آئینے کے سامنے آکھڑی ہوئی' اس کی مومی انگلیاں بے ربط انداز میں اپنا چہرہ چھو رہی تھیں' جیسے کہ کُھرچ کے ہٹا دینا چاہتی ہوں۔ آنسو ایک تواتر سے اس کا چہرہ بھگوتے ہوئے' اس کے دوپٹے میں جذب ہو رہے تھے۔ تھک ہار کر اس نے آئینے سے اپنا سر ٹکا دیا۔

”سہلا...کیا ہوا میرے بچے...؟؟“ دادی امی دروازہ کھول کر کمرے میں داخل ہوئیں' اپنی عزیز جان پوتی کو اس حال میں روتا دیکھ کر یک دم ہی پریشان ہوگئی تھیں۔

”دادی امی...!!“ وہ ان کے گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

ہوا کیا ہے؟ یہ تو بتاؤ...کسی نے کچھ کہہ دیا کیا...؟ میں چھوڑوں گی نہیں' میری بچی کو کسی نے کچھ کہا ہے تو...! آؤ میری بچی' بیٹھو یہاں۔“ وہ اسے بٹھا کر جگ سے پانی اُنڈیلنے لگیں۔

پانی پی کر بھی اس کے آنسو نہ تھمے...!

دادی امی کو اپنی یہ پوتی بہت عزیز تھی۔ فرشتہ صفت بچی لگتی تھی۔ صوم وصلوۃ اور پردے کی پابند' دھیمے مسکراہٹ چہرہ لیے کام کاج میں لگی رہتی تھی۔

آج نا جانے ایسا کیا ہو گیا تھا' جو ایسی بکھر بکھر کے رو رہی تھی۔ اذانوں کی آواز سنائی دی تو دادی امی خاموش ہو گئیں' صرف سہلا کی سسکیاں کمرے میں گونج رہی تھیں۔

”دادی! میں نماز پڑھ لوں۔“ اذان مکمل ہوئی تو دعا کے بعد وہ یہ کہہ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ دادی امی کو معلوم تھا کہ اذان کے ساتھ ہی سہلا نماز پڑھتی ہے' اب کوئی بات نہیں کرے گی' وہ بھی گھٹنوں پر زور دے کر اٹھ کھڑی ہوئیں۔

مغرب کی نماز اور اوابین کے نفلوں کے بعد' پھر سے نیت باندھ کر کھڑی ہوگئی۔ صلوۃ التوبہ پڑھ کر دعائیں مانگتی رہی۔ عشاء کی اذان بھی ہوگئی تو وہ نماز پڑھ کر کمرے سے نکل آئی' اپنی والدہ کے ساتھ کھانے کی تیاری کروائی' کھانا لگا کر بہت تھوڑا اپنی پلیٹ میں ڈالا اور جلدی سے برتن دھو کر واپس اپنے کمرے میں آگئی۔ ایک بار پھر وضو کر کے صلوۃ التوبہ کی نیت باندھ لی۔

”کتنی نمازیں پڑھو گی آپی...؟“ ہالہ...جو کہ سہلا کی چھوٹی بہن تھی' اس کو سارے دن کی روداد سنانے کی جلدی ہو رہی تھی۔ مغرب سے رات کے دس بج گئے تھے...جب بھی ہالہ دروازہ کھولتی تو سہلا آپی کو مصلّے پر کھڑا پاتی۔

”ایسا کون سا عمل چھوٹ گیا ہے آپی' جس کی تلافی نہیں ہو رہی ہے؟“ ہالہ نے ایک بار پھر اس کا زخم اُدھیڑ دیا۔

”تلافی...! عمل چھوٹ گیا...!“ سہلا کی زبان سے بے ربط الفاظ نکل رہے تھے۔ کچھ دیر پہلے ہی دادی امی کو اپنا گناہ بتا کر آرہی تھی۔ اب پھر بتاتی...؟؟

دادی امی کا گھرانہ دین کے تقاضوں سے واقف اور مکمل عمل کرنے والا تھا' ان کے دونوں بیٹے عالمِ دین ہونے کے ساتھ ساتھ عالِ دین (عمل کرنے والے) بھی تھے اور ایک بیٹی' وہ بھی مکمل دین پر چلنے والی تھی' ان کا ایک ہی بیٹا تھا معاذ...اس کی نسبت انھوں نے اپنی دل عزیز پوتی سہلا سے طے کر دی تھی۔ شادی میں بھی ابھی چند دن باقی تھے۔

شادیاں بھی سنت کے مطابق ہوتیں...نہ فضول رسومات...نہ جہیز۔ نکاح ہوتا' لڑکے والے گھر سے لڑکی لینے آجاتے' شربت پانی پیتے اور روانہ ہو جاتے...اگلے دنوں میں ولیمہ ہو جاتا' پھر شادیاں بھی برکت والی ثابت ہوتیں اور اولادیں بھی فرماں بردار پیدا ہوتیں۔ (بقیہ ص25پر)

Your Friend In Real Estate

جُنید امِین

الحمدللہ پورے اطمینان اور بھروسے کے ساتھ
بحریہ ٹاؤن، ڈی۔ایچ۔اے سٹی اور ڈیفنس کراچی میں
محفوظ اور منافع بخش سرمایہ کاری۔
معلومات اور مشورے کے لیے

جُنید امِین

BAHRIA TOWN

DHA CITY

نزد مسجد بیت السلام، خیابان جامی، فیز 4، ڈیفنس، کراچی

021-35313254 - 0300-9213373 junaidameen@live.com

عکس

ایلیا حسن محمد شریف

''اللہ اکبر... ! اللہ اکبر... !''مسجد سے اللہ کی کبریائی کی صدا گونجی۔

جو مسلم تھے' وہ اپنے رب کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے' اس کے حضور حاضری کی تیاری کرنے لگے۔ مسلم کے تو معنی ہی فرماں برداری کے ہیں' وہ تو اپنے رب کی پکار پر سرِ تسلیم خم کردینے والے ہوتے ہیں... لیکن جو مسلم تو تھے' مگر اپنے مرتبے سے واقف نہ تھے' ان کے لیے کچھ خاص بات نہ تھی۔ دن میں پانچ مرتبہ اذان تو ہوتی ہی تھی' مگر بعض کے لیے تو کچھ بھی فرق نہ تھا اور بعض نے سوچا تھا کہ ابھی پڑھتے ہیں' پہلے ذرا کام نمٹا لیں۔

نور ہانڈی چڑھا رہی تھی' اس نے سوچا کہ ''چاول پکا کر اور برتن دھو کر نماز پڑھ لے گی... اور ہاں ابھی تو کپڑے بھی کھنگالنے ہیں... چلو کپڑے دھو کر اور نہا کر ہی نماز پڑھ لے گی۔''

''عبداللہ... ! عبداللہ !'' وہ زور زور سے آوازیں لگا رہی تھی' لیکن جب جواب ندارد... تو پانچ' چھ آوازیں لگانے کے بعد' وہ خود اس کے سر پر پہنچ گئی اور ایک تھپڑ جڑ دیا۔

''کتنی آوازیں لگائی ہیں تمہیں... سارا دھیان گیم میں رہتا ہے... کھانا کھانے کے لیے بلا رہی تھی' جس میں ہے بھی تمہارا اپنا فائدہ' پر تم لوگوں کو کوئی احساس نہیں ہے۔''

اسے پتا تو تھا شاید ! پر اس نے کبھی دھیان نہیں دیا کہ اللہ تعالیٰ بھی تو اسے فلاح کی طرف بلاتے تھے... فائدہ تو اس کا اپنا ہی تھا' پر اسے کوئی احساس نہیں تھا' تب ہی تو وہ دنیا کے سب کام نمٹا کر ہی جائے نماز کا رخ کرتی تھی... تو اس نے چاول پکا کر' برتن دھو کر' کپڑے کھنگال کر اور نہا دھو کر' جب نماز کی نیت باندھی تھی' اس وقت ظہر قضا ہونے میں صرف پچیس منٹ باقی تھے' وہ جلدی جلدی نماز ادا کرنے لگی اور سوچنے لگی کہ ابھی کتنے ہی اور کام باقی تھے اور ہاں... آج تو مارکیٹ بھی جانا تھا۔ عبداللہ کے لیے کپڑے خریدنے تھے' ہالا کی چپّلیں لینی تھیں' اپنے لیے کچھ جیولری لینی تھی' ماہم کی شادی جو قریب تھی اور پھر شادی سے بھابھی اور بھابھی سے جھگڑا اور جھگڑے سے غصہ اور غصہ بھی نماز میں ہی آنے لگا تھا اسے اپنی بھابھی پر... ساری ماضی کی باتیں اسے یاد آ رہی تھیں اور جب وہ سجدے میں گئی تو غصہ عروج پر تھا... وہ جانتی ہی نہ تھی کہ اس وقت تو اسے خود عروج پر ہونا چاہیے تھا... اپنے رب کی محبت کے عروج پر... اس کی حمد و ثنا کے عروج پر... اس کی معرفت کے عروج پر... اس کی قربت کے عروج پر... ! !

خیر چھوڑیئے ! پھر یوں ہی اچانک سلام پھیرنے کا وقت آ گیا۔ سلام پھیرا... دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیے' اسے بہت سی دعائیں اَزبر یاد تھیں' وہ جلدی جلدی پڑھیں' منہ پر ہاتھ پھیرا اور جائے نماز لپیٹی۔ وہ ایک بار پھر عبداللہ کو آوازیں دے رہی تھی' اس کا اسکول کا کام جو چیک کرنا تھا۔

''یہ کیا کِیا ہے تم نے...؟'' اس نے تو اپنا سر ہی پکڑ لیا' وہ اسے ہوم ورک کرنے کے لیے بٹھا کر آئی تھی اور عبداللہ صاحب نے سب غلط سلط کر دیا تھا' ساتھ ساتھ اپنی کاپی کے صفحے اتنے گندے کر دیے تھے کہ غصے سے وہ لال پیلی ہو رہی تھی' کہیں پر تو آڑی ترچھی لکیریں بنی ہوئی تھیں' کہیں بھوت جیسا بھالو بنا ہوا تھا اور ایک کونے میں بلی جیسا شیر... اتنا گندا صفحہ لگ رہا تھا کہ اللہ کی پناہ... ! ! اس نے عبداللہ کا کان مروڑا اور سب گندگی مٹانے لگی' اسے یاد ہی نہ رہا کہ ابھی کچھ دیر پہلے جو اس نے اپنا ہوم ورک سَبمِٹ

(submit) کرایا تھا' اس کی حالت شاید اس سے ابتر ہی تھی۔

"جنید! دیکھیں پلیز... اتنے سالوں سے کوئی فرمائش نہیں کی آپ سے...!!" وہ ایک سونے کے بریسلٹ کے لیے اپنے مجازی خدا کے سامنے دستِ سوال پھیلائے بیٹھی تھی اور وہ صاحب ٹالے ہی چلے جارہے تھے۔

خیر... وہ اس طوفان سے بے خبر تھے' جو کسی بھی لمحے ان پر آنے والا تھا... گھن گرج! سیلِ رواں! (بیگم صاحبہ کے شکوے اور ٹسوے) اور وہ بھی بے خبر تھی کہ اگر وہ اتنی عاجزی اور خوشامد سے یہ ہاتھ حقیقی خدا کے آگے پھیلا دیتی تو وہ لازوال خزانوں کا مالک اسے خالی ہاتھ ہرگز نہ لوٹاتا۔ بریسلٹ اسے مل ہی جاتا' اگر! اگر! اگر! بالفرض یہاں بھی نہ ملتا تو اس سے کئی گنا بہتر جزا اگلے جہاں میں ملتی اور وہ سوچتی کہ کاش! میں نے بہت سی دعائیں مانگی ہوتیں اور وہ دنیا میں قبول نہ ہوتیں اور یہاں ملتیں... سبحان اللہ!

"ماما! دیکھیں اِس کے پاس چاکلیٹ ہے اور یہ مجھے کھلا بھی نہیں رہی...!!" عبد اللہ ہالا کو غصے سے دیکھ رہا تھا' وہ کچن میں تھی۔ جھگڑوں سے جھنجھلا رہی تھی۔

"ہالا! بھائی کو آدھا دو!" اس نے وہیں سے آواز لگائی۔

"مما! آپ ہاف کر دیں۔" ہالا اس کے پاس ہی آگئی تھی۔

"ہالا! یہ چاکلیٹ آپ کے پاس کہاں سے آئی؟"

"مما! آصف نے دی تھی اسکول میں۔"

"اچھا...!! اس نے خود سے دی تھی آپ کو؟"

"نہیں ماما! میں نے اس سے مانگی تھی۔ یہ مجھے بہت پسند ہے۔" اُسے بہت غصہ آیا۔ "ہالا! کیوں؟ کیوں مانگی آپ نے آصف سے چاکلیٹ... آپ مجھ سے کہتیں... میں آپ کو بہت ساری چاکلیٹ لا کر دیتی... فقیر مانگتے ہیں دوسروں سے... ہم کوئی فقیر ہیں جو دوسروں سے مانگیں... جائیں! میں نہیں بات کر رہی آپ سے... بہت افسوس ہوا مجھے۔"

وہ اپنے بچوں کی تربیت کے معاملے میں بہت محتاط تھی' اسے ہر وقت فکر تھی کہ اس کے بچے ٹاپ پر رہیں۔ مثال بنیں خان دان والوں کے لیے' لیکن اسے یہ نہیں پتا تھا کہ اللہ تعالیٰ بھی اپنے بندوں کی تربیت کے معاملے میں نہایت محتاط ہیں' تب ہی تو اسلام کو ضابطۂ حیات بنا کر فرما دیا: وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا اللہ تعالیٰ بھی چاہتے ہیں کہ ان کے حبیب ﷺ کے امتی ٹاپ پر رہیں... مثال بنیں سارے عالم کے لیے۔

خیر... وہ جلدی جلدی کھانا تیار کرنے لگی۔ دیر ہونے لگی تھی' اس نے گھڑی پر نظر ڈالی تو بے اختیار گھڑی کے برابر والے فریم پر اس کی نظر پڑ گئی۔

"فقیر...!!" یہ لفظ بہت ہی نمایاں ہوتا جا رہا تھا اس کے ذہن کی اسکرین پر' اس نے زیرِ لب دہرایا: رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ ترجمہ: "اے میرے رب! تو جو بھلائی بھی میری طرف نازل کرے' بلاشبہ میں اس کا محتاج ہوں۔" اسے یاد آیا کہ ابھی اس نے ہالا کو بتایا تھا کہ ہم فقیر تھوڑی ہیں اور قرآن تو کہہ رہا ہے کہ ہم فقیر ہیں۔ ہاں... ہم فقیر ہیں... فقیر ہی تو ہیں اللہ تعالیٰ کے... اسی کے در کے تو سوالی ہیں تو پھر میں کیوں کل اتنی دیر تک جنید سے۔ بریسلٹ کی بھیک مانگتی رہی اور اوپر سے ملا بھی نہیں۔ اگر میں اللہ سے مانگوں' وہ سب جو مجھے چاہیے تو مجھے ضرور ملے گا' پھر میں کیوں ہمیشہ دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلا دیتی ہوں۔ اچانک ہی جیسے اس کی آنکھیں کھلی تھیں۔ پہلے میں اوروں کے آگے فقیر بنی' پھر ہالا بنی۔ میں نے کب ہالا کو یہ بتایا کہ ہم صرف اور صرف اللہ کے فقیر ہیں؟

"اللہ اکبر! اللہ اکبر!" اذان کی آواز نے پہلی بار اس کے دل میں ہلچل مچا دی تھی۔ "آج میں بہت اچھی سی نماز پڑھوں گی اللہ کے حضور اور اپنے رب سے بہت سی دعائیں مانگوں گی۔" اُسے اپنی غفلت والی نمازوں پر ندامت سی ہونے لگی اور پھر اس نے آج سے نماز قائم کی تھی... خشوع و خضوع سب کچھ پیدا کرنے کی کوشش کی تھی۔ اسے لگا وہ اپنے رب سے ہم کلام ہے... بہت' بہت' بہت دن کے بعد۔ وہ پہلے بہت اچھی ہوتی تھی' بہت نیک' پر پتا نہیں کیوں؟ پھر وہ جیسے سو گئی تھی۔

صراطِ مستقیم پر چلنا' پہاڑ پر چڑھنے کی طرح ہی تو تھا۔ ہر ایک قدم دشوار اور ذرا سی غفلت سے آدمی پھسل جائے' پر جو استقامت والے ہیں' وہ چوٹی پر پہنچتے ہیں۔ اسے اب خود بھی اس پہاڑ پر چڑھنا تھا اور اپنے بچوں کے بھی ہاتھ تھام کر چوٹی تک پہنچانا تھا۔

"اے اللہ! آپ میرا ہاتھ تھام لیجیے۔ مجھے صراطِ مستقیم پر استقامت عطا فرما دیجیے۔" لمحوں میں وہ کہاں سے کہاں پہنچ گئی تھی۔ قدردان رب نے ذرا سی ندامت اور ذرا سے رجوع پر اسے اپنے قرب کی کیسی حلاوت چکھا دی تھی۔ ہم سب یوں ہی ہیں... کبھی اللہ کی محبت میں عرش پر اور کبھی دنیا کی محبت و اُلفت میں فرش پر اور اللہ تعالیٰ بھی یوں ہی ہیں... غفور' شکور' ودود' بخش دینے والے' قدردان' محبت والے۔ ہم ہی اللہ کو چھوڑ کر پستیوں میں پھسلتے چلے جاتے ہیں' وہ تو شہ رگ سے زیادہ قریب ہے... نَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ۔ ہم ہی تو چھوڑ دیتے ہیں اپنے رب کو' جب ہی تو وہ کہتے ہیں... مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ ترجمہ: "تمھیں کس چیز نے اپنے کریم رب سے دھوکے میں ڈال رکھا ہے؟" لیکن اُف! یہ ظالم دنیا؟ دھوکے کا گھر' مچھر کا پَر... اللہ کہتے ہیں "فَفِرُّوا إِلَى اللهِ" دوڑو اللہ کی طرف... اور ہم...!! ہم پیچھے پیچھے اور دنیا آگے آگے۔

خیر... اس پہاڑ پر چڑھنا اتنا آسان بھی نہیں' تقریباً ہر کوئی پھسل جاتا ہے' یہ ظالم دنیا ہر ایک کو پیچھے سے اپنی طرف کھینچے جا رہی ہے' لیکن بات ساری توبہ کی ہے' رجوع کی ہے' لوٹ آنے کی ہے۔ ربِّ کریم فرماتا ہے "لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللهِ" ترجمہ: "اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا...!!" بار بار پھسلو اور بار بار لوٹو۔ اللہ فرماتے ہیں: إِنَّ اللهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ... اللہ! لوٹ آنے والوں سے محبت فرماتے ہیں۔

وہ بھی پھسلتے پھسلتے سنبھل گئی تھی اور سنبھل کر لوٹ آئی تھی اور اپنے رب کریم کے قُرب کی حلاوت چکھ رہی تھی۔ آج اس کی نماز کا سُرور ہی کچھ اور تھا... دعا کا نور

ہی کچھ اور تھا۔اسے لگا، اُس کا پورا گھر جیسے اس کے نور کی تجلّی میں ڈوبا ہوا ہے۔ نماز تو ہے ہی جنت کی کُنجی، اگر نماز کو اس طرح ادا کرو جیسے اس کا حق ہے تو دنیا کو جنت بنادینے کی کُنجی بن جائے...!!

جنید آنے والے تھے، وہ آئینے کے سامنے کھڑی اپنا حلیہ سنوار رہی تھی، ساتھ ہی اس نے عبداللہ اور ہالا کو آواز دی۔

"جی ممّا...!!" بیک زبان جواب اور پھر فوری آمد۔

اُسے لگا کہ جیسے آئینہ اسے اس کے ظاہر کا عکس دکھاتا ہے، ویسے ہی عبداللہ اور ہالا کبھی کبھی اسے اس کے باطن کا عکس دکھا دیتے ہیں۔

"وہ نماز ٹھیک سے نہیں پڑھتی، بچے ہوم ورک ٹھیک سے نہیں کرتے، وہ رب کی بات نہیں مانتی، بچے اس کی بات نہیں مانتے، وہ اپنی بھابھی سے جھگڑتی ہے، وہ اپنے نند کے دکھوں پر ہنستی ہے، عبداللہ ہالا کی چوٹ پر ہنستا ہے۔" "کتنا دکھ ہوتا ہے اسے جب یہ بھائی بہن آپس میں لڑتے ہیں۔ ہر وقت کُٹی، کُٹّی، کُٹی... ایک دوسرے کا کوئی احساس نہیں۔" "اللہ...!! میں بھی تو یہی سب کرتی ہوں اللہ کے اہل کے ساتھ...اُف میرے رب!! مجھے معاف کر دیجیے...!" اب اس نے سب سے صلح کرنی تھی۔ دکھوں میں شریک ہونا تھا، ہر ایک کے کام آنا تھا۔ دل کے سارے کھوٹ سامنے آنے لگے تھے اور ساتھ ساتھ انھیں دھو دینے کی فکر بھی لگی ہوئی تھی۔ یہ اچانک انقلاب اس کے اندر کہاں سے آگیا تھا۔

"اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنۡهٰى عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡكَرِ

ترجمہ: "بے شک نماز...بے حیائی اور برائی کے کاموں سے روکتی ہے۔" جب نمازیں سنور جاتی ہیں تو دل بھی سنور جاتے ہیں۔

"اُوہ ہالا! تمہاری آئسکریم گر گئی...! چلو تم میری آئسکریم لے لو۔" عبداللہ نے بڑے پیار سے اپنا کپ ہالا کو پکڑوا دیا تھا۔ اس نے کچن سے پلٹ کر دیکھا... کل اس نے بھی بھابھی کا دوپہر کا کھانا بنا دیا تھا، کیوں کہ اُن کی طبیعت ناساز تھی۔ کیسے اُس کا دل باغ باغ ہو جاتا تھا بھائی بہن کا ایکا دیکھ کر۔ اسے اب بات سمجھ آنے لگی تھی کہ رب تعالیٰ بھی اپنے بندوں کی باہمی محبت اور ایثار سے کتنے خوش ہوتے ہوں گے اور ابھی تو اسے بہت کچھ سمجھنا باقی تھا۔ چوٹی ذرا دور تھی... راستہ لمبا تھا... اور سنبھل سنبھل کے چلنا تھا...!!

بقیہ

پورا پاگل

تو میں نے اپنی زندگی میں، اگرچہ اسے جھوٹ بولنے والے کامیاب لوگوں جتنا امیر نہیں دیکھا، لیکن کبھی اسے ان امیروں سے کم بھی نہیں پایا۔ اللہ نے اسے اچھے خاصے وسائل سے نوازا ہوا تھا اور سب سے بڑھ کر جو چین کی نیند وہ سوتا تھا اور جو سکون کی سانسیں وہ بھرتا تھا، وہ دولت میں نے دنیا کے کسی بھی امیر آدمی کے پاس نہیں دیکھی تھی۔" تقی صاحب کا جواب مکمل ہوا تو ان کا گھر بھی آگیا۔ گھر پہنچتے ہی وہ بستر پر لیٹ گئے۔ اتنی لمبی چہل قدمی کے بعد تھوڑا سا آرام تو بنتا تھا۔ بستر پر لیٹتے ہی ان کی آنکھوں سے آنسو گرنا شروع ہو گئے۔ آج انھیں اپنا دوست عثمان بہت یاد آ رہا تھا۔ ان کا دل چاہ رہا تھا کہ کہیں سے ایک بار وہ ان کو نظر آ جائے... بس ایک بار وہ اپنے دوست عثمان کو دیکھنا چاہتے تھے، جو نہی انھوں نے آنسو صاف کیے تو اپنے بچپن کے پاگل دوست کو اپنے برابر میں بیٹھا پایا۔ "عثمان یار! کہاں ہے تُو؟" تقی صاحب کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ "مت پوچھ یار! بہت مزے میں ہوں۔"

"اچھا، حوروں کے ساتھ...!" تقی صاحب نے چھیڑتے ہوئے کہا۔ "ارے نہیں، نہیں!" عثمان نے جواب دیا "اپنے پیارے نبی (ﷺ) کے ساتھ ہوں۔"

"کیا...؟؟" یہ جواب سنتے ہی تقی صاحب پلنگ سے گر پڑے، پھر جب کھڑے ہوئے تو دیکھا کہ کمرے میں ان کے علاوہ اور کوئی نہ تھا۔

"عثمان! عثمان!" تقی صاحب زور زور سے چلّانے لگے۔ "عثمان! یار ایک بار پھر سے بول ناں تُو نے کیا کہا؟ مجھے یقین نہیں آ رہا۔" وہ اپنے دوست کو ڈھونڈنے لگے۔

"عثمان یار! دیکھ تُو جھوٹ تو نہیں بول رہا..." یہ لفظ کہتے ہوئے وہ ایک دم سوچ میں پڑ گئے۔ عثمان تو کبھی جھوٹ بولتا ہی نہیں۔

آفرین ہے اس پاگل انسان پر، بلکہ پورے پاگل پر

جس نے سچ کو اپنایا اور سچ بولتے بولتے وہ اپنے نبی ﷺ کے اتنا قریب پہنچ گیا۔

PUE

PERVAIZ UMAR ENTERPRISE

Highly Experienced Clearing & Forwarding Agents Advisors and Attorneys in Customs Cases

We are a leading CLEARING, FORWARDING concern operating in Pakistan. We excel to the entire satisfaction of our long list of clientele who have always reposted their complete confidence on us. Imbued with this sense of achievement, we are proud of our countrywide clientele of repute. We are approved and enlisted Clearing and Forwarding Agents of all Commercial and National Banks in Pakistan.

We have vast experience of handling more than 65% imports of Heavy Plants, Machinery and Turn-Key Projects of "Textile, Sugar, Cement and Power Sectors" besides other industrial raw material and commercial consignments, which have enabled us to adopt and handle all sorts of imports and have become our permanent business associates.

Head Office, Karachi

1st Floor, Commerce Centre, Hasrat Mohani Road
TEL: 021-32630724 - 32633641 FAX: 021-32633646
EMAIL: pervaizumar@hotmail.com
headoffice@pervaizumarenterprise.com

Branch Office, Lahore

19-G, Gulberg II, Lahore.
Tel: 042-35764929 - 35764933
Fax: 042-35764934

پورا پاگل

ثانیہ ساجد عیسانی

''السلام علیکم ورحمۃ اللہ...'' مولوی صاحب نے پہلے دائیں جانب سلام پھیرا۔

''السلام علیکم ورحمۃ اللہ...'' پھر بائیں جانب سلام پھیرا۔

نمازِ جنازہ کے مکمل ہوتے ہی میت کو دفن کرنے کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ عثمان اسلم کے بے جان شریر پر مٹی ڈالنے والے افسردہ لوگوں میں ان کے بچپن کے دوست تقی اکبر اپنے پوتے دانیال اکبر کے ہم راہ شامل تھے۔

قبرستان سے نکلے تو وہ بس میں نہ بیٹھے۔ دن کا وقت تھا' چناں چہ انہوں نے پیدل سفر کرنے کی ٹھانی۔ کہتے ہیں کہ جب دکھ حد سے بڑھ جائیں تو زیادہ سے زیادہ حرکت کرنی چاہیے' اس سے غم ہلکا ہو جاتا ہے۔

''دادا ابو! عثمان انکل ہمیں چھوڑ کر کیوں چلے گئے؟'' معصوم دانیال نے تقی صاحب سے سوال کیا۔

''ایک نہ ایک دن تو سب نے جانا ہے۔ ویسے بھی اچھے لوگ تو جلدی ہی چلے جاتے ہیں۔'' تقی صاحب نے سر جھکا لیا' تاکہ دانیال ان کے چھلکتے ہوئے آنسو نہ دیکھ لے۔

''دادا ابو! عثمان انکل اچھے تھے کیا؟'' دانیال کا ایک اور معصومانہ سوال۔

''ہاں بہت اچھے تھے' کیوں آپ کو اچھے نہیں لگتے تھے کیا؟'' تقی صاحب کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔

''مجھے تو بہت اچھے لگتے تھے' لیکن...'' دانیال چپ ہو گیا' اس کے چہرے پر ہلکا سا خوف نظر آیا۔

''لیکن کیا بیٹا؟'' تقی صاحب نے شفقت سے پوچھا۔

''سب کہتے ہیں کہ وہ پاگل تھے۔'' دانیال نے دھیمی آواز میں بتایا۔

یہ سن کر تقی صاحب ہنس پڑے: ''ہاں! شاید سب ٹھیک کہتے ہیں۔ آج کل کے زمانے میں ایسا شخص پاگل کہلانے کے ہی قابل ہے۔ پورا پاگل تھا وہ' بچپن سے ہی بالکل پاگل... پتا ہے' جب ہم چھوٹے تھے تو پڑوس میں رہنے والے صدیق انکل کے باغ میں گھس کر لال بادام چراتے تھے' دوپہر کی دھوپ میں جب سب اے۔ سی چلا کر سو رہے ہوتے تھے' بڑی محنت سے' بڑی تگ و دو کے بعد حاصل ہوتے تھے وہ لال بادام اور پھر قدر محنت سے حاصل کی ہوئی کمائی' اتنی لذیذ اور ذائقہ دار لگتی تھی... میں تمہیں کیا بتاؤں؟ اگلے دن صدیق انکل محلے کے بچوں سے پوچھنے نکلتے کہ دیکھا ہے کسی نے چور کو ان کے باغ میں داخل ہوتے ہوئے تو وہ صاف صاف بتا دیتا تھا کہ چوری کرنے والوں میں وہ بھی شامل ہے۔

''ہاہ'' دانیال نے منہ پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہا: ''سچ سچ بتا دیا کہ چوری انھوں نے بھی کی ہے؟''

''جی ہاں! اپنے متعلق سب کچھ سچ سچ بتا دیا۔ نتیجے میں بڑوں کی ڈانٹ کے ساتھ ساتھ ہم دوستوں کی ناراضی اور لال باداموں سے محرومی کی سزا اس نے آرام سے برداشت کی۔'' تقی صاحب ماضی کا طویل سفر طے کرنے نکل چکے تھے اور دانیال انتہائی دلچسپی کے ساتھ ان کی کہانی سن رہا تھا' تاکہ وہ یہ جان سکے کہ عثمان انکل کو پاگل پن کا دورہ آخر کس عمر میں جا کر پڑا۔

''پھر جب ہم آٹھویں جماعت میں تھے ناں تو ہمارے ایک استاد ہوا کرتے تھے۔ سر فہد' بہت سخت مزاج کے تھے۔ ذرا سی غلطی پر ایسی پٹائی لگاتے تھے کہ نانی یاد آ جاتی تھی۔ ایک دن ہوا یوں کہ عثمان ان کے مضمون کی کاپی لانا بھول گیا' وہ بہت ڈرا ہوا تھا۔ جب سر فہد اس کی ڈیسک کے قریب سے گزرنے لگے' تب میں نے

آناً فاناً اپنی کاپی اس کی میز پر رکھ دی۔ سر فہد نے کاپی اٹھا کر چیک کرنا شروع کی، وہ خاصے متاثر ہوئے۔

”کافی اچھی لکھائی ہے تمہاری۔“ سر فہد نے کہا: ”تم نے کل کا ہوم ورک مکمل کیا ہے؟“

”جی سر! میں نے ہوم ورک تو مکمل کیا ہے، لیکن یہ کاپی میری نہیں ہے۔“ عثمان نے جواب دیا۔

نتیجے میں سر فہد نے اس کے ساتھ ساتھ مجھے بھی کلاس سے باہر نکال دیا، پورا دن میں اسے کوستا رہا۔

”تیرے ساتھ بھلائی کرنا بے وقوفی ہے۔“ تقی سرخ چہرے کے ساتھ اپنے دوست عثمان کو گھور رہا ہے ”تجھ سے بڑا پاگل میں نے اپنی زندگی میں کہیں نہیں دیکھا۔“

”دادا ابو! اگر عثمان انکل سر فہد کو سچ نہ بتاتے تو آپ دونوں ہی سزا سے بچ جاتے۔“ دانیال اپنے دادا سے گویا ہوا ”پھر انھوں نے کیوں بتا دیا کہ کاپی ان کی نہیں ہے؟“

”پاگل جو تھا وہ۔“ تقی صاحب نے جواب دیا۔ ”پورا پاگل! اب آگے سنو! جب ہم کالج میں سیکنڈ ائیر کا پرچہ دے رہے تھے، تب ہوا یوں کہ انگریزی کے پرچے والے دن عثمان اردو کے پرچے کی تیاری کر کے آ گیا، جب ہمیں پتا چلا تو اچھے دوست کا فرض نبھاتے ہوئے ہم نے اسے اپنے مکمل تعاون کی یقین دہانی بھی کروائی اور حوصلہ افزائی بھی کی۔ جب پرچہ ہاتھ میں آیا تو ہم سب حل کرنے میں لگ گئے۔ عثمان کو ہم نے تاکید کر رکھی تھی کہ وہ صبر سے کام لے۔ آدھے پونے گھنٹے بعد ہی ہم اس کی مدد کو پہنچ سکیں گے۔ آدھا گھنٹہ ابھی پورا گزرا بھی نہیں تھا کہ عثمان کا خالی پرچہ ٹیچر کو نظر آ گیا اور انھوں نے سوال کیا: ”آپ کچھ لکھ کیوں نہیں رہے ہیں؟“

”سر! وہ میں غلطی سے اردو کے مضمون کی تیاری کر کے آ گیا ہوں۔“ یہ سن کر پوری کلاس ہنس پڑی۔ ٹیچر نے عثمان سے پرچہ واپس لیا اور وہ بڑے آرام کے ساتھ انگریزی میں فیل ہو گیا۔“ ابھی تقی صاحب کی بات مکمل ہوئی ہی تھی کہ دانیال جھٹ بول پڑا۔ ”دادا ابو! ایسا تو میرے ایک دوست کے ساتھ بھی ہوا تھا، لیکن وہ عثمان انکل کی طرح پاگل نہیں تھا۔ اس نے ٹیچر سے کہا کہ وہ سوچ سمجھ کر لکھنا شروع کرے گا۔ بعد میں اپنے دوستوں کی مدد سے وہ ٹھیک ٹھاک نمبروں سے پاس ہو گیا۔“

”بیٹا! پہلے میں سوچتا تھا کہ یہ سچائی کے اصولوں کی پابندی صرف اسکولوں، کالجوں تک ممکن ہے۔ عملی زندگی میں جب آپ قدم رکھتے ہیں، تب آپ کو خود کو بدلنا ہی پڑتا ہے۔“ تقی صاحب مزید سمجھانے لگے: ”خاص طور پر جب کاروباری دنیا میں آپ قدم رکھتے ہیں تو وہاں تو کوئی کسی کا نہیں ہوتا۔ سب بس جھوٹ کی بیساکھیوں کا سہارا لیے سیڑھیاں چڑھتے رہتے ہیں، لیکن میں غلط تھا۔“ تقی صاحب ایک بار پھر ماضی کی لہروں پر جھومنے لگے۔

”تعلیم سے فارغ ہو کر ہم سب کمانے لگ گئے۔ ایک دوسرے سے کوسوں دور چلے گئے، پھر مجھ کو خبر ملی کہ عثمان کو اس کے دادا نے اپنی جائیداد میں سے شہر کی مشہور ترین مارکیٹ میں دکان کا مالک بنایا ہے۔ میں اس کی شان و شوکت دیکھنے اور اس سے ملنے گیا۔ میں اس کی دکان کا پتا ہاتھ میں لیے بِھٹر رہا تھا کہ میرے دائیں جانب کھڑی دو خواتین کی گفتگو میرے کانوں سے ٹکرائی۔ ”مجھے تو یہ دکان دار پاگل لگتا ہے۔“ پہلی خاتون نے کہا۔ ”ہاں باجی! بھلا دیکھا ہے آج تک کسی دکان دار کو جو اپنے ہی مال کی خرابی سچ سچ بتا رہا ہو۔“ دوسری خاتون نے جواب دیا۔

”کیا پتا، وہ ایک اچھا اور سچا انسان ہو۔“ پہلی خاتون نے ایک مثبت انداز اختیار کیا۔

”نہیں بھئی! یہ دکان دار اگر سچ بولنے لگ گئے تو کمائیں گے کیا...؟ مجھے تو لگتا ہے کہ اس کے پیچھے بھی فراڈ چھپا ہو گا۔“

جونہی ان کی باتیں ختم ہوئی، مجھے اسی دکان کے اوپر عثمان بیٹھا نظر آیا۔

”یار تُو اب تک نہیں بدلا۔“ میں اسے دیکھتے ہی چلّایا۔

”ہمارے ملک میں سلام کرنے کا رواج ختم تو نہیں ہو گیا کیا؟“ اس نے میرے جملے پر طنز کیا اور مجھ سے ہاتھ ملایا۔

سلام دعا کے بعد میں نے اسے خوب سمجھایا کہ وہ تھوڑا بہت باتیں بتانا، باتیں گھمانا یا باتیں چھپانا ہی سیکھ لے، لیکن اس نے میری ایک نہ سنی۔ آخر میں دنیا کے ہاتھوں ٹشو پیپر کی طرح استعمال ہونے اور بے شمار ناکامیوں کی وعیدیں سنا کر چل پڑا، لیکن وہ نہ بدلا اور بڑھاپے تک ویسا ہی رہا۔ ہمیشہ سچ بولنے والا پورا پاگل۔“ تقی صاحب کی بات ختم ہوئی تو دانیال نے پوچھا:

”دادا ابو! پھر وہ سب ہوا جو آپ نے کہا تھا؟“

”کیا؟“

”دنیا کے ہاتھوں ٹشو پیپر کی طرح استعمال ہونا اور بے شمار ناکامیاں...؟“ دانیال نے انجام جاننا چاہا۔ تقی صاحب سوچ میں پڑ گئے...!!

”دنیا اسے پہلے بھی پاگل کہتی تھی اور آج بھی پاگل کہتی ہے، جہاں تک ناکامیوں کا سوال ہے (بقیہ ص 30 پر)

جھوٹ کا انجام

زرمین کامران

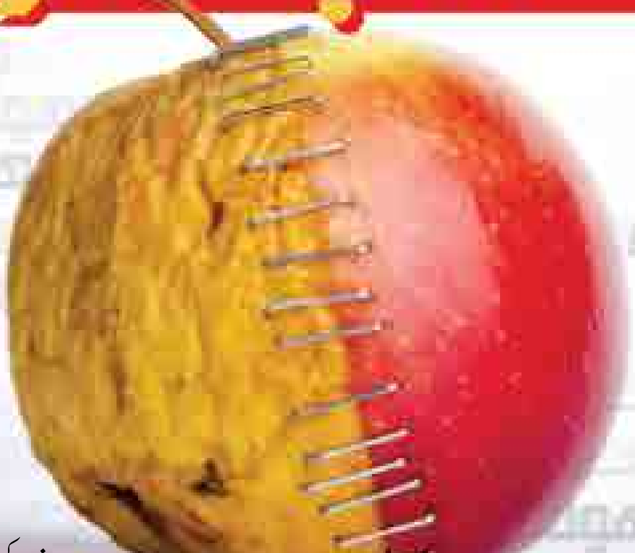

رضیہ کے گھر کا دروازہ کھٹکا تو اس نے دروازہ کھولا۔ دروازے پر اس کی دوست اور پڑوسن رقیہ کھڑی تھی۔ خوش بہت خوش لگ رہی تھی اور وہ پھولے نہیں سما رہی تھی۔ رضیہ کے پوچھنے پر اس نے بتایا: ”اس کی بیٹی سارہ کو دیکھنے کے لیے آج کچھ لوگ آ رہے ہیں۔“ رضیہ نے اس کو مبارک باد دی، انھوں نے تھوڑی دیر باتیں کیں اور پھر رقیہ نے اس سے کہا: ”مجھے بہت کام ہیں، بس وہ آنے ہی والے ہوں گے۔“

یہ کہہ کر وہ اپنے گھر چلی گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر رضیہ کے گھر کی گھنٹی بجی اور اس نے دروازہ کھولا تو سامنے کچھ عورتیں کھڑی تھیں۔

”آپ کون؟“ رضیہ نے پوچھا۔

تو کہنے لگی کہ ہم سارہ کو دیکھنے آئے ہیں۔ وہ عورتیں دیکھنے میں کسی امیر گھرانے کی لگ رہی تھیں۔ رضیہ نے انھیں اندر بلا کر ڈرائینگ روم میں بٹھایا اور اپنی بیٹی صبا کو چائے کے ساتھ لوازمات لانے کو کہا اور سارہ کے بارے میں رضیہ نے انھیں جھوٹ بتایا: ”وہ اچھی لڑکی نہیں ہے۔ رات رات بھر گھر سے باہر رہتی ہے، دیر تک موبائل فون پر باتیں کرتی ہے، جھوٹ بولتی ہے اور ماں باپ کو تو ایسے جواب دیتی ہے، جیسے کوئی اس سے چھوٹا اس کے سامنے کھڑا ہو۔“ اور کہا: ”اگر وہ اپنے ماں باپ سے ایسے بات کرتی ہے تو شادی کے بعد تو وہ اپنی ساس سے اس سے بھی بدتر برتاؤ کرے گی۔“

صبا چائے لے کر آئی تو انھوں نے سارہ کے بجائے صبا کو پسند کر لیا، اس طرح رضیہ کی بیٹی کا رشتہ پکا ہو گیا اور رقیہ انتظار کرتی رہ گئی کہ اس کی بیٹی کو جو دیکھنے آ رہے تھے، وہ کیوں نہیں آئے۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ اس کی اتنی اچھی دوست، جس کے ساتھ وہ اپنے سارے مسئلے بانٹتی تھی، وہ اس سے ایسے دھوکے بازی کرے گی۔ اگلے دن جب رقیہ نے رضیہ کو بتایا کہ کل سارہ کو دیکھنے والے آئے ہی نہیں تو رضیہ نے لاعلمی کا اظہار کیا اور اس سے کہا: ”ایسے بڑے گھرانے کے لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں کہ جب دل چاہا رشتہ جوڑ لیا اور جب دل چاہا توڑ لیا۔“ اور اس کو کچھ نہ بتایا۔

کچھ دن بعد رقیہ کی بیٹی کا بھی رشتہ کہیں اور طے ہو گیا۔ رضیہ اور رقیہ بہت خوش تھیں کہ ان کی بیٹیوں کی شادی بہت اچھے گھرانے میں ہو رہی ہے۔ رقیہ کی بیٹی کی مہندی اور شادی بہت دھوم دھام سے ہوئی اور سب کو بہت مزہ آیا۔ سب کو اپنے رشتہ داروں سے ملنے کا موقع ملا۔

رضیہ کی بیٹی صبا کی مہندی تو دھوم دھام سے ہوئی، لیکن شادی میں نکاح سے پہلے تو مزہ آیا، لیکن نکاح کے بعد جب دولہے نے اپنا سہرا اٹھایا تو سب حیران رہ گئے۔ رضیہ کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں اور صبا کے قدموں تلے تو زمین ہی کھسک گئی، کیوں کہ انھیں یہ نہیں پتا تھا کہ جس سے صبا کی شادی ہو رہی ہے، وہ بھینگا ہے۔

رضیہ کو اب سمجھ آ رہا تھا کہ اس کا داماد ہمیشہ چشمہ کیوں لگائے رکھتا تھا۔ اب رضیہ کو پچھتاوا ہو رہا تھا کہ اس نے پہلے تفتیش کیوں نہیں کی۔ شادی کے بعد یہ بھی پتا چلا کہ جو گاڑی اور معزز گھرانے کی عورتیں ان کے گھر آئیں تھیں، سب دکھاوا تھا، دراصل اس کا داماد ایک پلمبر تھا۔ رضیہ کو اب اپنے آپ پر غصہ آ رہا تھا کہ اس نے اپنی بیٹی کی ہنستی کھیلتی زندگی کو اُجاڑ بنا ڈالا تھا۔ نہ وہ جھوٹ بولتی اور نہ اس کا سامنا ایسے دھوکے بازوں سے ہوتا۔ اس نے رقیہ کو سب کچھ سچ سچ بتا دیا، ان سب واقعات کے باوجود بھی رقیہ نے اس کو معاف کر دیا اور کہا کہ بڑوں نے سچ ہی کہا ہے: ”برائی کا بدلہ... برا ہی ہوتا ہے۔“

AL GHAFFAR TRAVEL

UMRAH

1439 H

TRAVELING DATE
22 APR KHI JED
06 MAY JED KHI

SAUDI AIRLINE TICKETS

15 DAYS APRIL

UMRAH GROUP

Areej Al Wafa (500 Meters)

MAKKAH (7 NIGHTS)

Province Al Sham (200 Meters)

MADINAH (7 NIGHTS)

DOUBLE SHARING
103,000
PER PERSON

QUAD SHARING
85,000
PER PERSON

TRIPLE SHARING
92,000
PER PERSON

FEATURES INCLUDED:

- Visa Processing
- Makkah & Madinah Accommodation
- Ziarat (Makkah & Madinah)
- Full Transport by Group Bus
- Saudi Airline Ticket (KHI – JED - KHI)

AL GHAFFAR TRAVEL AGENCY

Please Contact

Muhammad Imran 0321 2400479
Talha Salman 0300 2390512

Office No. 1, Business Centre, Mumtaz Hasan Road, Karachi-74200 Pakistan.
Call Us: (0092-21) 32431731-35 | E-mail: info@ghaffartravel.com

www.ghaffartravel.com

جنگل کہانی

قسط نمبر 1

کانچی اور اس چھ دوست

قرۃ العین ہاشمی

ایک دفعہ کا ذکر ہے ایک چھوٹی سی وادی کے پاس بہت بڑا اور گھنا جنگل تھا۔ جنگل کے بہت سے حصے انسانوں کی پہنچ سے دور تھے۔ اس وادی میں ایک ندی بہتی تھی جو جنگل اور وادی کے درمیان تھی۔ اسی ندی کے کنارے مٹی اور اینٹوں سے بنے گھر میں آٹھ سال کی خوبصورت اور ذہین بچی کانچی رہتی تھی۔ کانچی کی آنکھیں کنچوں کی طرح تھیں اس لئے اس کا نام کانچی رکھا گیا۔ کانچی کا باپ لکڑہارا تھا۔ ایک دن وہ جنگل میں گیا اور پھر کبھی واپس نہیں آیا۔ وادی کے لوگوں کا خیال تھا کہ وہ غلطی سے گھنے جنگل کی طرف نکل گیا اور کسی جانور کا شکار بن گیا تھا۔ ان دنوں کانچی صرف چار سال کی تھی۔ اس کے باپ نے ایک اونٹ کا بچہ اسے لا کر دیا تھا جس کے ساتھ وہ سارا دن کھیلتی رہتی تھی۔ وہ اونٹ کا بچہ اس سے بہت محبت کرتا تھا۔ کانچی کی سب باتیں سنتا تھا اور اس کا جواب بھی دیتا تھا۔ کانچی اس سے ایسے باتیں کرتی تھی جیسے وہ اس کی زبان سمجھتی ہو۔ پہلے پہل اس کے والدین کو یہ بات مذاق لگی مگر جب انھوں نے غور کیا تو کانچی سچ میں جانور کی بولیاں سمجھ لیتی تھی یہ حیران کن بات تھی۔ انھوں نے یہ بات سب سے چھپائی، مگر اس وادی میں ایک سو سال کی بڑھیا بھی رہتی تھی، اس نے کانچی کو دیکھتے ہی بتا دیا تھا کہ اس بچی کے پاس کوئی قوت ایسی ہے جو عام لوگوں سے الگ ہے! اس کے والدین نے اسے سب بتا دیا۔ وہ بڑھیا بھی حیران ہوئی، مگر اس نے بھی اس بات کو چھپا کر رکھنے کا کہا۔ اونٹ کے بچے کا نام کانچی نے گوچی رکھا تھا۔ اسے اپنے باپ کے چلے جانے کا دکھ بہت تھا۔ وہ اکثر گوچی کو ساتھ لے کر جنگل میں نکل جاتی۔ اس کی ماں اسے منع کرتی مگر کانچی نہیں سنتی تھی۔ ایک دن وہ گوچی پر بیٹھ کر ندی پار کر کے جنگل میں پہنچی تو اسے بہت خوبصورت جنگلی پھول نظر آئے۔ ان دنوں ندی میں پانی کا بہاؤ بہت کم تھا۔ کانچی نے ہلکے نیلے رنگ کا گھیرے والا، پاؤں تک آتا گاؤن پہنا ہوا تھا۔ اس نے سر پہ بڑا سا ریشمی رومال اس طرح باندھا ہوا تھا کہ اس کا دوسرا پلو پشت پر لہراتا رہتا تھا۔ کانچی نے جنگلی پھولوں کو جمع کیا اور ایک پتھر پر بیٹھ کر اسے باریک ڈوری میں پرویا اور اس گول سے تاج کو اپنے سر پہ رکھ لیا۔

"کیسی لگ رہی ہوں میں!" کانچی نے گاچی سے پوچھا تو وہ اسے دیکھ کر خوشی سے سر ہلانے لگا۔ "یہ لڑکی کیا پاگل ہے؟" کانچی نے چونک کر آواز کی سمت دیکھا۔ گھنی جھاڑیوں کے پیچھے اسے ہلچل محسوس ہوئی۔ "کیا اس لڑکی نے ہمیں سن لیا؟" دوسری آواز میں حیرت تھی۔ کانچی نے قدم آگے بڑھایا تو گوچی بھاگ کر اس کے پاس پہنچا۔ "کون ہے، باہر آؤ فوراً؟" کانچی نے اونچی آواز میں کہا۔ اس کے ساتھ جھاڑی میں ہلچل ہوئی۔ گوچی تن کر کانچی کے

ساتھ آ کر کھڑا ہو گیا۔ جھاڑی میں سے پہلے ایک ہاتھی کا بچہ نکلا' اس کے پیچھے بھالو کا بچہ' پھر ایک انداز سے چلتی ہوئی لومڑی آئی اور پھر ایک شیر کا بچہ چلتا ہوا اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ کانچی اطمینان سے انھیں دیکھتی رہی'' میں بھی ہوں ان کا ساتھی!'' بندر نے درخت کی شاخ پر سے جھولتے ہوئے' ان کے درمیان چھلانگ لگائی۔ ''تم ہم سے ڈری نہیں! ہم تمہیں کھا بھی سکتے ہیں!'' شیر نے اپنی مخصوص بھاری آواز میں کہا ''تم ابھی بچے ہو! اس لیے نہیں جانتے کہ شیر کھانے سے پہلے بتاتے نہیں ہیں!'' کانچی نے اطمینان سے کہا تو سب شیر پر ہنسنے لگے۔ ''تم کون سے دادی اماں ہو! پہلے یہ بتاو کہ تم ہماری زبان کیسے سمجھ لیتی ہو؟'' شیر نے سب کو گھورتے ہوئے کانچی سے پوچھا۔ ''پتا نہیں! مگر میں ایسی ہی ہوں!'' کانچی نے سادگی سے جواب دیا۔ ''اچھا کیا تم ہم سے دوستی کرو گی؟'' موٹے بھالو نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ ''ہاں' کیوں نہیں! میرا نام کانچی ہے اور یہ میرا دوست گوچی! ہم ندی پار رہتے ہیں۔'' کانچی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''میرا نام ٹنکو ہے!'' بندر نے ایک قلابازی لگاتے ہوئے کہا۔ ''مجھے راجہ کہتے ہیں!'' شیر نے بھی مسکرا کر کہا۔ ''میں گولو ہوں!'' ہاتھی کے بچے نے کہا۔ ''میں چنکی ان سب میں واحد عقل مند!'' لومڑی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''کوئی میرے بارے میں بھی تو بتا دے۔ مجھے ٹیگو کہتے ہیں!'' بھالو نے آگے بڑھتے ہوئے کہا تو وہ سب ہنس پڑے۔ پھر وہ سب باتیں کرتے ایک دوسرے کے ساتھ کھیلتے رہے۔ کانچی نے چنکی کو بھی پھولوں کا تاج بنا کر دیا۔ اب وہ روز ملنے لگے تھے۔ کانچی کبھی گھنے جنگل میں نہیں گئی تھی۔ ان لوگوں نے ملنے کے لیے جنگل کے درمیان ایک جگہ منتخب کی ہوئی تھی۔ جہاں ندی پار کر کے آنے والے لوگ انھیں نہیں دیکھ سکتے تھے۔ ایک دن کانچی نے باتوں ہی باتوں میں انھیں اپنے گمشدہ باپ کے بارے میں بتایا۔ وہ سب یہ سن کر اداس ہو گئے۔ راجہ نے کہا کہ پچھلے چار سالوں میں کسی بھی انسان کو شکار کرنے کا کوئی واقع پیش نہیں آیا ہے' پھر اس کے والد کہاں گئے؟ اس سوال پہ سب سوچ میں پڑ گئے' مگر جواب کسی کو بھی نہیں ملا۔ ایک دن انھوں نے چھپن چھپائی کھیلنی شروع کی۔ گوچی نے اعتراض کیا کہ وہ کیسے چھپے گا؟ اس کا قد سب سے بڑا ہے۔ ٹیگو نے کہا کہ کوئی بات نہیں! گوچی سب کو ڈھونڈے گا!'' گوچی منہ بنا کر مان جاتا ہے۔ پھر وہ سب جلدی سے مختلف جگہوں پر چھپ جاتے ہیں۔ گوچی نے چالاکی سے آدھی آنکھ کھلی رکھی ہوتی ہے اور وہ سب کو باآسانی دیکھ لیتا ہے' مگر کانچی اس کے بارے میں جانتی ہے اس لئے وہ اس کے پیچھے سے جاتی ہے' تاکہ وہ دیکھ نہ سکے۔ پھر گوچی نے باری باری سب کو ڈھونڈ لیا' مگر کانچی رہ گئی۔ ''کانچی کہاں ہے؟'' راجہ نے پوچھا۔ گوچی پریشان ہو کر بولا کہ ''مجھے کانچی کہیں بھی نظر نہیں آ رہی؟ کہیں وہ گھنے جنگل کی طرف تو نہیں نکل گئی اور کسی جنگلی جانور نے اسے دیکھ نہ لیا ہو؟'' یہ سن کر گولو کہتا ہے کہ ''اگر ایسا ہوا تو بہت برا ہو گا۔ ہماری دوستی کے بارے میں کوئی نہیں جانتا ہے!'' ''تم لوگ پریشان مت ہو۔ میں ابھی دیکھ کر آتا ہوں!'' ٹنکو نے ایک درخت سے دوسرے درخت پہ چھلانگ لگائی۔ چنکی بھی کانچی کو آوازیں دیتی آگے بڑھی۔ کانچی جو ایک درخت کے بڑے سے سوراخ میں سمٹ کر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے کان میں ہلکی ہلکی سے آواز پڑی' جیسے کوئی اسے پکار رہا ہو۔ کانچی احتیاط سے وہاں سے نکلی اور جیسے ہی اس نے سامنے دیکھا۔ ایک زور کی چیخ اس کے منہ سے نکلی۔ سامنے ایک بہت بڑا' دیو قامت گوریلا کھڑا' اپنی چھوٹی اور سرخ آنکھوں سے اسے گھور رہا تھا۔ کانچی کو دیکھتے ہی وہ اس کی طرف بڑھا۔ کانچی چیختے ہوئے وہاں سے بھاگی۔ اس کی آواز سن کر گوچی' راجہ' چنکی' گولو اور ٹیگو بھی آواز کی سمت بھاگے۔ ان سب سے پہلے ٹنکو اس تک پہنچ گیا تھا۔ ''ارے چاچا! اسے کیوں تنگ کر رہے ہو؟ ہماری دوست ہے یہ۔'' ٹنکو نے ایک درخت سے دوسرے درخت پہ چھلانگ لگائی اور نیچے زمین پر اتر آیا۔ گوریلا نے غصے سے اسے دیکھا۔ گوریلا کے سر اور جسم کے آدھے بال سفید تھے۔ ''بکواس بند کرو' انسان کبھی ہمارے دوست نہیں ہوتے!'' گوریلا کہتا ہوا کانچی کی طرف بڑھا۔ اسی وقت گوچی آگے بڑھ کر کانچی کے سامنے جا کھڑا ہوا اور غصے سے گوریلے کو دیکھنے لگا۔ ''تجھے تو میں چٹکیوں میں مسل دوں گا!'' گوریلا نے دونوں ہاتھ سینے پہ مارتے ہوئے کہا' مگر جب اس نے راجہ' گولو' ٹیگو اور چنکی کو بھی گوچی کے ساتھ لائن سے کھڑے ہوتے دیکھا تو چونک گیا ''اوہ' سمجھ گیا میں! تم پانچ ہمیشہ کوئی نہ کوئی مسئلہ کھڑا کرتے ہو۔ کیا تم سب کو تمہارے والدین نے نہیں بتایا کہ جنگل کا کیا قانون ہے؟ اگر نہیں بتایا تو میں بتاتا ہوں کہ ہم کسی بھی انسان سے دوستی نہیں کر سکتے!'' گوریلا نے کہا تو راجہ آگے بڑھتے ہوئے بولا: ''آپ یہاں سے چلے جائیں! ہم کانچی کے ساتھ ہیں!'' ''ہم سب بھی!'' باقیوں نے بھی ہاتھ اٹھا کر کہا تو گوریلا نتھنے پھلائے ہوئے انھیں دیکھتا رہا۔ ''ٹھیک ہے' پھر بات سب کے سامنے ہو گی!'' گوریلا کہتے ہوئے وہاں سے چلا گیا۔ ''اب کیا ہو گا؟'' ٹیگو نے سب سے پہلے پریشان ہو کر پوچھا۔ ''جو بھی ہو گا' دیکھا جائے گا' ہم سب ساتھ ہیں ہر مسئلے سے نمٹ لیں گے!'' گولو نے اپنی چھوٹی سی سونڈ ہلاتے ہوئے کہا۔ ''کیا باقی سب بھی اس گوریلے کی طرح ہی خطرناک اور غصے والے ہیں؟'' کانچی نے حیرت سے پوچھا تو چنکی نے کہا: ''نہیں' ایسا ہرگز نہیں ہے! دراصل ہمارے جنگل کے کچھ اصول و قوانین ہیں۔ ہم نے اپنے بڑوں سے سنا ہے کہ بہت سال پہلے یہ اپنے جھنڈ سے الگ ہو کر ایک خفیہ غار میں رہنے لگے اور وہاں بہت سے عجیب و غریب تجربات کرنے میں زندگی گزارنے لگے' یہ کسی سے بھی نہیں ملتے ہیں اور نہ کوئی ان سے! بل کہ یہ جس اندھیرے اور خطرناک حصے میں رہتے ہیں' وہاں کوئی بھی نہیں جاتا۔ بچہ تو کوئی بھی نہیں! پتا نہیں آج یہ یہاں کیسے چلے آئے۔ شاید کسی جڑی بوٹی کی تلاش میں! اب یہ ضرور جنگل کی کمیٹی کو بلائیں گے اور'' چنکی یہ کہہ کر خاموش ہو گئی۔ ''اور کیا؟'' گوچی نے پوچھا تو راجہ گہری سانس لیتے ہوئے بولا: ''اور کانچی کو بھی اس میٹنگ میں شامل کیا جائے گا' کسی طرح بھی! اس لیے تم دونوں یہاں سے فوراً چلے جاؤ اور دوبارہ جنگل کی طرف مت آنا باقی جو ہو گا' وہ ہم دیکھ لیں گے۔'' (جاری ہے)

سارا گھر اٹھ چکا تھا، لیکن وسیم ابھی تک سو رہا تھا۔ وسیم کے والد فجر کی نماز پڑھ کر اپنے گھر واپس آ چکے تھے۔ والدہ میز پر ناشتہ رکھ رہی تھیں۔ واجد، ولید اور وریشہ اسکول کا یونیفارم پہنے ناشتہ کرنے لگے۔ وسیم کے والد اور والدہ وسیم کے دیر تک سونے کی عادت سے پریشان تھے۔ وسیم ایک سُست اور کاہل بچہ تھا۔ وہ رات کو جاگتا تو ہر وقت کچھ نہ کچھ کھاتا رہتا تھا۔ اس لیے اس کا وزن روز بروز بڑھ رہا تھا۔ آخر اس کے والد وہاج علی اس کے کمرے میں گئے۔ وسیم چادر اوڑھے سو رہا تھا۔ وسیم کے والد نے اسے ڈانٹا تو اسے اپنے دادا بہت یاد آئے۔ اس کے دادا وقار احمد ایک مشہور وکیل تھے۔ وہ وزیرستان کسی کام سے گئے ہوئے تھے۔ وہ اسے بہت پیار کرتے تھے۔ وہ اسے وہاں سے فون بھی کرتے تھے اور اسے سمجھاتے بھی تھے۔ دادا کو وسیم سے کوئی شکایت نہیں تھی، کیوں کہ جب دادا گھر پر ہوتے تھے تو وسیم سب سے پہلے اٹھ جاتا اور وضو کر کے نماز ادا کرتا تھا۔ پھر ورزش کے لیے پارک چلا جاتا تھا۔ دادا اسے بہت سارے واقعات سناتے تھے۔ بہادری اور دلیری کے قصے وہ بہت غور سے سنتا تھا۔ اسے اپنی کتاب کا ہر ورق یاد ہوتا۔ دادا کو وطن سے بہت محبت تھی۔ اس لیے دادا ہر کام اپنے وقت پر کرنا چاہتے تھے۔ دادا روزانہ صبح سویرے سیب کھاتے تھے۔ ان کا کہنا تھا: ''سب سے زیادہ وٹامن سیب میں ہوتے ہیں۔'' وسیم کو سیب دیکھ کر پھر اپنے دادا یاد آ گئے۔ دادی، جو جائے نماز پر بیٹھ کر وظائف پڑھ رہی تھیں، ورد کرتے کرتے اس کے قریب آئیں اور اس سے بولیں: ''واہ بھئی واہ! آج تو اپنے دادا کی طرح سیب کھائے جا رہے ہیں۔''

دادی کی بات سن کر وسیم نے اپنا منہ بسورتے ہوئے ان سے پوچھا کہ دادی! دادا کب آئیں گے؟''

''جلد آ جائیں گے۔ وہاں کوئی وبا پھیلی ہے۔ اس لیے وہ وہاں کے لوگوں کو مشکل میں چھوڑ کر نہیں آ سکتے۔''

''دادی! دادا مجھے وادی گھمانے لے جانے کا کہہ رہے تھے۔ ان کو اپنا وعدہ یاد تو ہوگا ناں؟'' وسیم نے پوچھا۔

''ضرور لے جائیں گے، لیکن تم صبح سویرے تو اٹھا کرو۔ لگتا ہے کہ تم اپنا وعدہ بھول گئے ہو۔''

وسیم نے ایک بار پھر وعدہ کیا۔ دوسرے روز وہ صبح سویرے اٹھ چکا تھا۔ دادا گھر واپس آ چکے تھے۔ وہ وہاں کے حالات بتا رہے تھے اور اپنی وکالت کے بارے میں بھی انھوں نے بتایا۔ دادا کے پاس ایک کتا بھی تھا جو بہت ہی زیادہ وفادار تھا۔ دوسرے دن دادا نے وسیم کو سمجھایا کہ جو لوگ وقت کی قدر نہیں کرتے، وہ لوگ پیچھے رہ جاتے ہیں۔ وسیم ششماہی امتحان میں فیل آیا تھا۔ اس نے پھر وعدہ کیا کہ اب وہ صبح سویرے اٹھا کرے گا۔ روز اسکول جائے گا اور محنت سے اپنی پڑھائی کرے گا۔ تب دادا اسے وادی گھمانے لے گئے۔

والد	باپ، ابو	والدہ	امی، ماں
وزیرستان	پاکستان میں ایک جگہ	واقعات	قصے
وطن	دیس، ملک	ورد	پڑھنا
وظائف	وظیفہ کی جمع، اللہ کے نام پڑھنا	ورق	صفحہ
وادی	گھاٹی	وعدہ	ارادہ

وسیم کا وقت

دوست

محمد ارشاد، متعلم جامعہ بیت السلام

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک شہر میں دو دوست رہتے تھے۔ ایک کا نام وحید اللہ اور دوسرے کا نام مصعب تھا۔ یہ دونوں بہت پکے دوست تھے۔ مصعب بہت غریب تھا اور وحید اللہ بہت امیر تھا۔ وحید اللہ ہمیشہ بہت پیسے خرچ کرتا تھا۔ ایک مرتبہ یہ دونوں ہوٹل میں کھانا کھانے چلے گئے۔ وحید اللہ نے بہت سارا کھانا منگوالیا۔ مصعب نے اس کو منع کیا کہ ”بھیّا! ایسامت کرو، اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتے ہیں۔“ مگر وحید اللہ ہنسا اور کہا کہ ”میں تو روز اتنا ہی لیتا ہوں۔“ اور دونوں کھانا کھانے کے لیے بیٹھ گئے۔ کھانا کھانے کے بعد، بہت سارا کھانا بچ گیا۔ مصعب نے وحید اللہ کو کہا: ”جو کھانا بچ گیا ہے، اسے پیک کر کے ہم کسی غریب کو دے دیتے ہیں۔“ وحید اللہ ہنسا اور کہا: ”چھوڑ یار...!! روز تو اتنا ضائع ہوتا ہے۔“ مصعب نے کہا: ”آپ اللہ تعالیٰ کی نعمت کو ضائع کر رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ آپ سے نعمت چھین لیں گے۔“ اور دونوں وہاں سے چلے گئے۔ تقریباً دو سال کے بعد مصعب اپنی گاڑی میں جا رہا تھا کہ اچانک سامنے سے ایک بھکاری آیا اور کہا: ”مجھے بہت بھوک لگی ہے۔ مجھے کھانا کھلاؤ۔“ مصعب پہلے تو اس کو غور سے دیکھتا رہا، پھر کہا: ”آپ وحید اللہ ہو؟“ اس نے کہا: ”ہاں! میں، میں وحید اللہ ہی ہوں، مگر آپ کون؟“ مصعب نے کہا: ”میں تمہارا دوست مصعب... آؤ اندر بیٹھو۔“ پھر مصعب نے اس سے کہا: ”آپ کی یہ حالت کیسے ہوئی ہے؟“ وحید اللہ نے اسے بتایا کہ ”ایک مرتبہ کسی نے ہمارے گھر کو جلا دیا، اس میں ہماری نقدی، ہماری جائیداد اور فیکٹری کی دستاویزات بھی تھے، وہ بھی جل کر راکھ ہو گئے، اس طرح ہمارا سب کچھ ختم ہو گیا اور مجھ سمیت، میرے امی ابو جلنے لگے، لیکن قسمت سے میں بچ گیا۔ اب میں دنیا میں اکیلا ہوں۔“ اور رونے لگ گیا اور کہنے لگا: ”مجھے اللہ نے سزا دی ہے، کیوں کہ میں نے اللہ کی نعمتوں کو بہت ظائع کیا ہے۔“

پیارے بچو...!! اس کہانی سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو ہرگز ضائع نہیں کرنا چاہیے۔

بار بار کوشش کرنا

سمیع الرحمن، متعلم جامعہ بیت السلام

اسکاٹ لینڈ کا ایک بہادر بادشاہ تھا۔ اس نے ایک گھنے جنگل میں پناہ لے رکھی تھی، وہ انگریزوں سے آٹھ بار لڑا، لیکن وہ اپنا تخت حاصل نہ کر سکا۔ ایک دن اس نے ایک مکڑی کو اپنے جالے سے گرتے ہوئے دیکھا۔ اس مکڑی نے اپنے گھر تک پہنچنے کے لیے آٹھ بار کوشش کی، لیکن وہ ہر بار ناکام ہوئی۔ تاہم اس نے ہمت نہ ہاری، جب اس نے نویں بار کوشش کی تو وہ کامیابی سے ہم کنار ہوئی۔ اس مکڑی نے بادشاہ کو ایک نئی امید دلائی، لہٰذا بادشاہ نے اپنی فوج کو نویں بار اکھٹا کیا۔ انگریزوں کے خلاف لڑا، انھیں شکست دی اور اپنا کھویا ہوا تخت واپس لے لیا۔

اس کہانی سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ہر کام کو پورا کرنے کے لیے، آدمی کو دھیمی رفتار اور مستقل مزاجی سے کامیابی حاصل ہو ہی جاتی ہے۔

پیارے بچو!

امید ہے کہ ہمارے سب پیارے بچے ہر اچھی بات پر عمل کرتے ہوں گے اور آج کی اچھی بات یہ ہے کہ ہمارے بچے ایک دوسرے سے صرف سنی سنائی باتوں پر عمل نہیں کرتے ہوں گے۔ اس کا مطلب تو آپ خوب سمجھتے ہوں گے، وہ یہ کہ دین کی جو بات صرف سنی سنائی ہو اور یقینی طور پر نہ پتا ہو، اس پر بلا تحقیق نہ خود عمل کرتے ہیں اور نہ ہی آگے بڑھاتے ہیں۔

آپ کو پتا ہے کہ پیارے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ "آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے صرف اتنی بات ہی کافی ہے کہ وہ سنی سنائی بات کو (بغیر تحقیق کیے) آگے بڑھادے۔" تو پیارے بچو! کوئی بھی بات ہو، چاہے کوئی دوست کرے یا واٹس اپ پر پڑھی ہو یا کہیں اور سے سنی ہو، اس پر عمل کرنے سے پہلے یا اسے فارورڈ کرنے سے پہلے اپنی مسجد کے امام صاحب سے ضرور پوچھ لیں، تاکہ ثواب لینے کی جلدی میں کہیں ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ہی ناراض نہ کرلیں۔

پھر کرتے ہیں نا پیارے بچے وعدہ

ماہنامہ فہم دین اپریل کے نئے سوالات

سوال نمبر 1: روٹی پکاتے ہوئے باتونی کے ساتھ کیا ہوا؟

سوال نمبر 2: Lungs کو اردو میں کیا کہتے ہیں؟

سوال نمبر 3: "کتنا عرصہ ہوگیا، میرے کان اردو زبان سننے کو ترس گئے۔" یہ الفاظ کس نے کہے؟

سوال نمبر 4: کونسی "زبان" تھی، جو میلے سے آنکھوں میں نمی لیے جارہی تھی؟

سوال نمبر 5: اردو کتنی زبانوں سے مل کر بنی ہے؟

فروری کے سوالات کے جوابات

سوال نمبر 1: لیموں پانی

سوال نمبر 2: کھانے کے اوپر آسمانوں سے انوارات کی بارش تھی، جس سے پورا مکان منور تھا۔

سوال نمبر 3: حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سوال نمبر 4: مُہرِ نبوت

سوال نمبر 5: عبداللہ

فروری کے سوالات کا درست جواب دے کر انعام جیتنے والے تین خوش نصیبوں کے نام

1... معاذ امام، انگلش لینگویج، کراچی

2... مزینہ حافظ، کے جی ٹو، کراچی

3... محمد احمد ہزارہ

ان میں سے ہر ایک کو 300 روپے نقد اور ماہنامہ فہم دین مبارک ہو۔

نوٹ: آپ کا بنایا ہوا پیارا سا فن پارہ ہو یا سوالات کے جوابات ہوں اس کے ساتھ اپنا نام، عمر، کلاس، ایڈریس اور فون نمبر ضرور لکھیے گا، ورنہ وہ قابلِ اشاعت نہیں ہوگا۔ اور پھر اسے ماہنامہ فہمِ دین کے ایڈریس پر پوسٹ کر دیں، یا پھر وٹس اپ کے ذریعے 0304-0125750 پر ہمیں سینڈ کردیں۔

درست جواب دینے والے ساتھیوں کے نام

- فاطمہ خالد، شعبہ حفظ، کراچی
- عبدالشہید، حفظ، 13 سال، کراچی
- محمد حنین، بیت السلام تلہ گنگ
- بنتِ خالد، درسِ نظامی، کراچی
- اورنگ زیب بن ہاشم خان، کراچی

نوٹ: پیارے بچو! اس صفحے پر جو سوالات آپ سے پوچھے جاتے ہیں، ان کے جوابات ایک شمارہ چھوڑ کر اگلے شمارے میں ذکر کیے جائیں گے، تاکہ زیادہ سے زیادہ بچوں کے جوابات وصول ہو سکیں، پھر درست جواب دینے والوں کے نام بھی بتائیں گے اور اوّل، دوم، سوم کے لیے انعامات کا بھی۔

مظفر صاحب گلشنِ حدید سے ''مزاحیات کا انسائیکلوپیڈیا'' سے انتخاب کر کے لکھتے ہیں :

پطرس بخاری سے جب ایک اعلیٰ عہدیدار ملاقات کے لیے آئے تو انھوں نے کہا کہ ''تشریف رکھیے۔''

یہ سن کر عہدیدار موصوف کو یوں محسوس ہوا کہ کچھ بے اعتنائی برتی جا رہی ہے، چناں چہ انھوں نے پطرس صاحب سے کہا کہ ''میں اپنے محکمہ کا ڈائریکٹر ہوں۔''

اس پر پطرس صاحب نے کہا : ''پھر تو آپ دو کرسیوں پر بیٹھ جائیے۔''

ایک مرتبہ پنجاب کے سکھ کسانوں کا ایک وفد اپنے مسائل کی ایک فہرست لے کر مولانا ابوالکلام آزادؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مولانا نے شرفِ باریابی بخشا۔ پہلے تو خاموشی کا طویل وقفہ رہا۔ کسان شاید آپ کے پاس ادب سے چپ رہے اور مولانا منتظر تھے کہ وہ خود ہی سلسلۂ کلام شروع کریں۔

پھر مولانا نے پہل کی : ''سنائیے...! امسال تمھاری کاشت ہائے زرعی میں نزولِ باراں ہوا یا نہیں؟''

کسانوں نے سوالیہ نظروں سے ایک دوسرے کی جانب دیکھا ''کیوں بھائی! کسی کی سمجھ میں کچھ آیا؟''

سب کے چہرے سپاٹ تھے، وہ مؤدب اور سرنگوں بیٹھے رہے... مولانا پھر گویا ہوئے۔

''نزولِ باراں عطیہ ہے رحمتِ باری تعالیٰ کا، اس سے اثمار و اناج نشو و نما پاتے ہیں اور فضائے بسیط کی کثافت دور ہوتی ہے۔''

وفد میں جو قدرے سمجھ دار تھا، وہ اٹھا اور باقی افراد کو بھی اٹھنے کا اشارہ کیا۔ سب لوگ مولانا کی طرف پیٹھ کیے بغیر الٹے پیروں واپس آگئے۔

دانا شخص نے بتایا : ''اس وقت مولانا عبادت میں ہیں اور اپنی مذہبی زبان میں وظیفہ پڑھ رہے ہیں۔''

مشہور مزاح نگار کرنل محمد خان جہاں رہتے تھے۔ قریب ہی ان کے کوئی ہم نام بھی قیام پذیر تھے،

ایک روز کسی صاحب نے ان کے دروازے پر دستک دی، جس پر ملازم نے دروازہ کھول کر پوچھا : ''فرمائیے...؟''

جواب میں ان صاحب نے دریافت کیا : ''کرنل صاحب گھر پر ہیں؟''

ملازم بولا : ''جی ہاں! آپ ڈرائنگ روم میں تشریف رکھیں۔ میں انھیں اطلاع دیتا ہوں۔''

جب کرنل صاحب آئے تو اُس اجنبی آدمی سے بڑے تپاک سے ملے اور پوچھا : ''فرمائیے...! میں کیا خدمت کر سکتا ہوں؟''

اِس پر اجنبی نے کہا : ''آپ کے بنگلے کے سامنے سے گزر رہا تھا تو دروازے پر کرنل محمد خان لکھا دیکھا تو سوچا... چائے پر دو گھڑی گپ شپ ہی ہو جائے۔''

کرنل صاحب نے اس کی خاطر تواضع کی اور جب وہ اجنبی جانے لگا تو کرنل محمد خان کہنے لگے :

''صاحب! آپ اس گرمی کے موسم میں کرنل محمد خان کے چوتھے مہمان ہیں، جو میری چائے پی کر جا رہے ہیں۔

اپنے کرنل دوست کو جا کر مشورہ دیجیے گا کہ یا تو وہ اپنا نام بدل لیں یا پھر چائے کا بِل ادا کر دیا کریں۔''

موج تبسم

ابن تبسم

کرنل صاحب

اپریل فول

جوہر عباد

یورپ کی اِک رسم جو نہایت فضول ہے
نازیبا، نامناسب، بہت نامعقول ہے
دھوکا، دُروغ اس میں برابر شمول ہے
بے کار کی تفریح ہے، سبھی اُول جلُول ہے
رستہ بھٹکنے والوں کی راہوں کی دھول ہے
کِذب و فریب کی سند، اپریل فول ہے

پہلے تو جھوٹ بول کے کرتے ہیں پریشان
ہنستے ہیں، پھر اس شخص پہ سارے علی الاعلان
پاتی ہیں نُمو تلخیاں جب ان کے درمیان
ہوتا ہے خوش اس سارے عمل سے فقط شیطان
اس کو صحیح سمجھنا، انتہا کی بھول ہے
کِذب و فریب کی سند، اپریل فول ہے

کرتے ہیں جو تقلید بس غیروں کی سراسر
سمجھاؤ جب تو کرنے لگتے ہیں، اگر مگر
ان کے لیے ہے ایک ہی جملہ مختصر
اندھیرا روشنی نہیں ہو سکتے برابر
اغیار کی کرنا نقل، کیوں کر قبول ہے
کِذب و فریب کی سند، اپریل فول ہے

جوہرؔ ہمیشہ کی ہے بزرگوں نے نصیحت
تکلیف نہیں دینا کسی کو کسی صورت
انسان کو ستانا ہے شیطان کی خصلت
رکھو خیال دوسروں کا، ہے یہ شریعت
کرنا کسی کو تنگ کہاں کا اُصول ہے
کِذب و فریب کی سند، اپریل فول ہے

ایمان کی معراج

ابنِ گُل

سرِ عرشِ بریں تک روح کی پرواز جاتی ہے
اذاں کی روزنِ مسجد سے جب آواز آتی ہے

ٹُھا کے ہاتھ باندھے جب درِ دولت پہ روتے ہیں
تو ایسی بندگی کے رب کی دھرتی ناز اُٹھاتی ہے

ہوئے جاتے ہیں جب مدہوش رحمت کی گھٹاؤں میں
یہی وہ جا ہے جب ایمان کی معراج آتی ہے

فرشتے پاک فطرت سے رکوع پہ رشک کرتے ہیں
سرِ فردوسِ بالا تک ادائے ناز جاتی ہے

جبینِ عجز جس پل بارگاہِ رب میں جھکتی ہے
زمیں سے روح اپنی، عاجزی کا راز پاتی ہے

ہمارے علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ

ارسلان اللہ خان

سکھاتے ہیں ہیں جو فکرِ بُوذر، صدقِ سلمانی
میرے اقبال کے اشعار ہیں اشعارِ لاثانی

اُتر جاتے ہیں ہر اِک قلب میں بانگِ درا بن کر
نظر آتا ہے اِن اشعار میں پیغامِ قرآنی

یہی اقبال نے چاہا کہ امت ایک ہو جائے
نہ تورانی رہے باقی، نہ ایرانی، نہ افغانی

نظر اُن کو جو آیا ہر کسی کو آ نہیں سکتا
وہ اپنے قلب میں رکھتے تھے کچھ اَسرارِ حقانی

ڈبو کر لفظ سارے عشقِ حرمت کی سیاہی میں
کیا کرتے تھے وہ پیارے محمد ﷺ کی ثنا خوانی

تصوف، عشق، مستی ساغر و عرفان کی باتیں
ہو مرشد جس کا رومی، دے گا وہ پیغامِ روحانی

ہمیں تو شاعرِ مشرق نے یہ نسخہ بتایا ہے
نبی ﷺ سے عشق کر لو، دور ہو گی ہر پریشانی

جبھی اسلام ہر اِک شعر میں اُن کے چھلکتا تھا
سمجھتے تھے وہ اس کو چراغِ فکر نورانی

وہ امت کا محمد مصطفیٰ کی درد رکھتے تھے
ہمیں ملتی ہے اُن کی شاعری میں فکرِ وجدانی

ہمیں شخصیتِ اقبال جو رب نے عطا کی ہے
تو کیوں نہ ارسلان اس پر کریں ہم شکرِ یزدانی

The Burger Shack

AMAZING DEALS

DEAL 1

1 SHACK ORIGINAL
1 JALAPENO CRUNCH
1 ONION RING
1 FRIES
2 DRINKS

Rs. 600

DEAL 2

1 SHACK ORIGINAL
1 FULLHOUSE
1 JALAPENO CRUNCH
1 CLASSIC CRUNCH
1.5 ltr DRINK

Rs. 960

*Inclusive of all taxes.

FREE DELIVERY
TO FORUM OFFICES
+92 316 2129696

Khayaban-e-Seher,DHA | Shaheed-e-millat
Zamzama | The Forum Mall | Lucky One Mall

www.burgershack.org

[illegible]

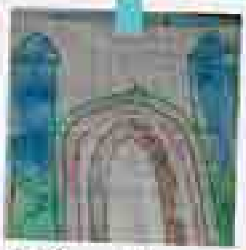

[illegible]

محمد تقی، 14 سال، کراچی

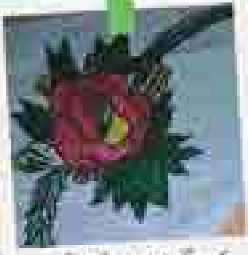

[illegible]

بچوں کے فن پارے

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

گلدستہ

حمدِ باری تعالیٰ

اے رحیم و کریم، اے ستّار
مالک الملک، قادر و مختار
پاک آئینۂ مثال ہے تُو
ماورائے ہر اِک خیال ہے تُو
وحدہٗ لا شریک ذات تری
ذاتِ مجموعۂ صفات تری
تُو ہی خالق ہے، تُو ہی قادر ہے
تُو ہی اوّل ہے، تُو ہی آخر ہے
تُو ثنا و صفت سے ہے بالا
تُو ہی ارفع ہے، تُو ہی ہے اعلیٰ
تُو دوا، تُو ہی شافی الامراض
دَرد کر دُور، اے مرے فیاض
تیرا بندہ ہوں، اس لیے ہے ناز
مَیں غریب اور تُو غریب نواز
مَیں ہوں مسکین و عاجز و ناچار
میرے بیڑے کو جلد کر دے پار

انعامؔ گوالیاری

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

ہیں افضل انبیا میں آپ ﷺ سب سے
مِلاتے آئے ہیں بندوں کو رب سے
منوّر ہے زمیں ماہِ عرب ﷺ سے
فلک بھی سرنگوں فرطِ ادب سے
ہمارا کیا کوئی مالک نہیں ہے
ہمیں کیا کام ہر رنج و تعب سے
دو عالَم پر ہمیں حاصل فضیلت
شہنشاہِ دو عالَم ﷺ کے سبب سے
سخی ہیں وہ، عطا ہے اُن ﷺ کی عادت
میں باز آیا، نہ آوں گا طلب سے
اگر سرکار ﷺ قدموں میں بلا لیں
بَری ہو جاؤں فکرِ روز و شب سے
بڑا انعام ہے انعامؔ رب کا
عقیدت ہے تجھے خاصانِ رب سے

انعامؔ گوالیاری

شاہ عبد القادر دھلوی رحمۃ اللہ علیہ

عالمِ کبیر و عارفِ شہیر شاہ عبد القادر بن شاہ ولی اللہ بن شاہ عبد الرحیم عمری دہلوی علومِ الٰہیہ میں ممتاز تھے۔ جب آپ کے والد کی وفات آپ کے بچپن میں ہوئی تو آپ نے بھی اپنے برادر بزرگ شاہ عبد العزیز دہلوی سے طریقت کی تعلیم پائی۔ آپ اپنے شہر میں مرجّع عام تھے۔ آپ کے زہد و تواضع، حسن سلوک اور علم و عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں آپ کی محبت پیدا کردی تھی۔ اصلاحِ نفس اور روحانیت میں آپ سے رجوع کیا جانے لگا۔

آپ پر اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی عنایت یہ تھی کہ آپ کو ہندوستانی زبان میں قرآن مجید کے ترجمہ و تفسیر کی توفیق ملی۔ علمانے اس کی بڑی قدردانی کی اور اسے معجزاتِ نبوی میں سے ایک معجزہ قرار دیا۔ اس ترجمہ کی خصوصیات میں سے یہ ہے کہ اس میں اردو کے الفاظ کا انتخاب بہت عمدہ ہوا ہے، جس میں عموم و خصوص، اطلاق و تقیید اور محلِّ استعمال کا پورا لحاظ ہے۔

آپ کے مشہور شاگردوں میں مولانا محمد اسماعیل بن شاہ عبد الغنی دہلوی، شاہ اسحاق بن شاہ افضل عمر دہلوی، مولانا سید اسحاق بن عرفان رائے بریلوی (برادرِ معظم حضرت سیّد احمد شہید) ہیں، ان کے علاوہ اور بھی بہت سے لوگوں نے استفادہ کیا۔

آپ کی وفات چہار شنبہ 19 رجب 1230ھ میں ہوئی اور دہلی میں اپنے والد شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی کے پاس دفن ہوئے۔ اس وقت آپ کے دونوں بڑے بھائی شاہ عبد العزیز اور شاہ رفیع الدّین حیات تھے۔ یہ دونوں حضرات آپ کو دفن کرتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ ”ہم ایک انسان کو نہیں، بل کہ سراپائے علم و عرفان کو دفن کر رہے ہیں۔“

(تلخیص تاریخ دعوت و عزیمت، مولانا محمد زبیر فضل، ص: 107)

مخلوقِ خدا کی خدمت کا لطف

حضرت شیخ رکن الدین متوفی 730ھ کا معمول تھا کہ وہ جب بھی سلطان قطب الدین خلجی کے پاس تشریف لے جاتے تو راستے میں اپنی سواری کو آہستہ آہستہ چلاتے، تاکہ جو لوگ بادشاہِ وقت سے اپنی درخواستیں منظور کروانا چاہیں تو وہ درخواستیں آپ ان سے لے لیں، اسی طرح چلتے رہتے۔ جب سلطان کے دربار میں پہنچتے تو سلطان ان کی تعظیم کے لیے دربار سے باہر آتا اور ان کو احترام سے اپنے دربار میں لے جاتا، پھر شیخ رکن الدین وہ تمام درخواستیں سلطان کی خدمت میں پیش کر دیتے اور بادشاہ ہر درخواست پر حکم نامہ جاری کر دیتا۔ شیخ جب واپس ہوتے تو وہ تمام درخواستیں، واپس ان لوگوں تک پہنچا دیا کرتے تھے، پھر شیخ فرماتے کہ ”مخلوق کی خدمت کرنے سے مجھے جو لطف آتا ہے، وہ شاید کسی اور چیز سے نہ حاصل ہو سکے۔“ (خدمتِ خلق ایک عظیم عبادت ہے: 327)

آپ کے اشعار

اٹھا کر چوم لی ہیں چند مُرجھائی ہوئی کَلیاں
نہ تم آئے تو یوں جشنِ بہاراں کر لیا میں نے!
ساغر صدیقی

بے مایہ سہی لیکن شاید وہ بُلا بھیجیں
بھیجیں ہیں دُرودوں کی کچھ میں نے سوغاتیں
محمد علی جوہر

سوؤ گے کب تک؟ بس اَب اُٹھو انیسؔ
دِن بہت غفلت میں تھوڑا رہ گیا
میر انیسؔ

جِن سے رونَق تھی بہاروں کی وہ کَلیاں اَب کہاں؟
اپنے اپنے وقت پر جاگیں، کِھلیں، مُرجھا گئیں
رئیسؔ امروہی

قَہر ہے، موت ہے، قَضا ہے عشق
سچ تو یوں ہے بُری بلا ہے عشق
مومن خاں مومنؔ

دِل کے مٹنے کا مجھے کچھ اور ایسا غم نہیں
ہاں مگر اِتنا کہ اِس میں ہے تمہاری یاد بھی
اصغر گونڈوی

اصلاحِ باطن کا طریقہ

اگر کسی شخص کو کوئی شیخ و مرشد دستیاب نہ ہو تو امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”اس کو چاہیے کہ اپنے مخلص دوستوں کو اپنی اصلاح کے لیے اپنے اوپر مسلّط کرلے، ان سے پوچھا کرے کہ تمہیں میرے اندر کیا کیا عیب نظر آتے ہیں، وہ جو کچھ بتلائیں، ان کی اصلاح کی فکر میں لگ جائے۔“

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے معلوم کیا کہ ”آپ میرے بھائی ہیں۔ آپ مجھے بتلائیں کہ آپ نے مجھ میں کیا کیا عیب دیکھے ہیں۔“ پہلے تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے ادب کی بنا پر بیان کرنے سے انکار کیا، مگر جب فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے اصرار کر کے مجبور کر دیا تو فرمایا کہ ”میں آپ میں دو عیب دیکھتا ہوں۔

اوّل یہ کہ آپ کے دستر خوان پر ایک سے زیادہ قسم کے کھانے ہوتے ہیں، جو رسول اللہ ﷺ کی عادت نہ تھی۔ دوسرے یہ کہ آپ کے پاس ضرورت سے زائد کپڑوں کا ایک جوڑا ہے۔ ایک آپ رات کو پہنتے ہیں اور دوسرا دن کو استعمال فرماتے ہیں۔“

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ اور تمام اسلافِ امت کا یہ ہمیشہ کا معمول رہا ہے کہ اپنے عیوبِ نفس سے باخبر رہتے اور ان کا علاج کرنے سے کبھی غفلت نہ برتتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس غیر ملکی سُفرا آئے، ان کی وجہ سے مجلس کو آراستہ کیا گیا۔ دربار سے فارغ ہوتے ہی ایک مشکیزہ اٹھایا اور کنویں پر جا کر خود اس میں پانی بھرا اور پڑوس کی ایک بڑھیا کے مکان میں یہ پانی پہنچایا۔ لوگوں نے اس عمل کا سبب دریافت کیا تو فرمایا: ”غیر ملکی سُفرا کی وجہ سے، جو اپنی مجلس کو شان و شوکت کی حیثیت جاننے کی ضرورت پڑی تو مجھے اس سے خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں میرے نفس میں تکبر نہ پیدا ہو جائے، اس کی اصلاح کے لیے ایسا کام کیا، جس سے اپنے نفس کی حقارت واضح ہو جائے۔“

یہ بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اسلافِ امت کی خصوصیت تھی کہ دوستانہ طور پر خیر خواہی و ہمدردی سے ایک دوسرے کے عیوب پر اس طرح سے تنبیہ کر دیتے تھے کہ اس میں مخاطب کی تحقیر و توہین یا نقصان رَسانی کا کوئی شائبہ نہ ہوتا تھا۔ آج ایسے دوست ملنا بھی آسان نہیں۔ آج تو عیب دیکھ کر اس کے سامنے تو کچھ نہ کہیں گے، مگر دوسروں سے کہتے پھریں گے اور تشہیر کریں گے۔ ایسے لوگ درحقیقت دوست نہیں ہوتے۔ دوست بھی صلحا اور مخلص تلاش کرنا چاہییں۔

(دل کی دنیا، مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ، ص: 31، 32)

HOUSE OF UNIGAS® APPLIANCES
BAXI
ULTRA DC INVERTERS
SYMPHONY
OF COMFORT
Italian State-of-the-art Technology
A++
Energy Saving Upto 80%
UNIGAS®
GAS WATER HEATER
Since 1968
HIGH PRESSURE
GEYSER ALSO
AVAILABLE
اعتماد
50
سال کا
Gas Comforts
5/16, Civil Lines Abdullah Haroon
Road, Opp. Hotel Metropole,
Karachi. 75530,
Tel: 021-35680096,
: 021-35685882
Email: gascomforts@gmail.com
OMSA Traders
Shop No. 1, C-32,
Sunset Commercial Street No. 2,
(Jami) Opp. Masjid Baitussalam,
Phase IV, DHA. Karachi.
Tel: 021-35316566,
Email: omsa.traders@outlook.com

السلام علیکم ! دسمبر کا شمارہ میرے سامنے ہے۔ نائب مدیر کے قلم سے ''سنت کے راستے'' لکھنے کا خیال و نظریہ اچھا لگا' کبھی کبھار اپنی کرسی دوسرے کو بھی دے دینی چاہیے۔ آئینہ زندگی بھی بہت اچھا لگا' صاف پتا چلتا ہے کہ اب غصے میں بات ہو رہی ہے اور اب خوشی میں بات کی جارہی ہے' یوں سمجھیں کہ کہنے والے کے چہرے کے تاثرات تحریر سے اچھی طرح محسوس ہو رہے ہوتے ہیں۔ ''ربیع الاوّل کا پیغام'' پڑھ کر بہت کچھ اتھل پتھل ہو گیا' مدیر صاحب کے سمجھانے کا انداز جھٹ پٹ سے باتوں کو سمجھا دینے والا ہے۔ بہت دیر تک ''حلیہ مبارک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' پڑھنے کی ہمت نہیں ہوئی' گنبدِ خضرا بادلوں کے بیچ میں سے جھانکتا ہوا بہت پیارا لگ رہا ہے۔ ''بیلنس لائف'' اچھی لگی۔ ''وہی تو ہے'' کا اختتام سانس روک دینے والا تھا۔ ''باپ کا بیٹی کے نام خط'' میں محمد دانش کی بطورِ باپ کتنی اچھی عادت ہے کہ اپنی بیٹی کو مسلسل تواتر سے خط لکھتے رہتے ہیں۔ ''ہائے !'' یہ لفظ ''وزن کم'' پڑھ کے بے ساختہ منہ سے نکلا۔ میری بھی دِلی خواہش ہے کہ میری صحت بھی سنت کے مطابق ہو' نہ بہت کم نہ بہت زیادہ۔ ''خوشی محل'' لکھنے والی بہن کام یاب رہیں' میں شروع سے آخر تک ذرا دیر کو بھی نہ رُکی۔ ''خواہ مخواہ'' بہت دیر تک ہنسانے کا سبب بنتا رہا۔ لمبی تحریر یہ سوچ کر لکھی کہ اگر ماہ نامہ فہم دین اپنے صفحات بڑھا سکتا ہے تو کیا ہمارے احساسات اور باتیں نہیں بڑھ سکتیں۔ والسلام

مرسلہ : سعدیہ خان' کراچی

جواب : اُف ! چھ صفحوں کا خط ! بڑی مشکل سے خلاصہ نکالا ہے۔ صفحات ہم نے بڑھائے ہی اس لیے ہیں' تاکہ آپ جیسے قلم کار اس صفحے پر مختصر تبصرہ اور قارئین کو فائدہ پہنچانے کے لیے دیگر صفحات پر تفصیلی قلم طرازی فرمائیں۔

باتیں آپ کی

سالِ نو کے آغاز پر ''قومی زبان--- خصوصی اشاعت'' کا فیصلہ بہت اچھا لگا۔ مجموعی طور پر دیکھا جائے تو پورا شمارہ ادب کی چاشنی سے بھرپور تھا' مگر بنتِ عامر کی تحریر بہت اچھی لگی' میں سمجھتی ہوں کہ اس تحریر نے اردو کا شوق دِلانے کے لیے راہ ہموار کرنے میں معاونت کی ہے۔

مرسلہ : بنتِ عبداللہ کراچی

السلام علیکم ! ماہ نامہ فہم دین کا ہمارے گھر میں بڑی شدت سے انتظار ہوتا ہے' ہم چار بہنیں ہیں' جیسے ہی میرے بڑے بھائی ''فہم دین'' لے کر گھر پہنچتے ہیں' اسی رات میری والدہ ہم چاروں کو بٹھا کر ''آئینہ زندگی'' اور ''باپ کا بیٹی کے نام خط'' مجھ سے پڑھواتی ہیں۔ میری والدہ کی خواہش ہے کہ آپ اسے کتابی شکل میں بھی شائع کریں۔

مرسلہ : شاہدہ خان' کراچی

جواب : حضرت مولانا عبدالستار حَفِظَہُ اللہ کی تحریروں کے کتابچے بہ کثرت دستیاب ہیں اور یادش بخیر باپ کا بیٹی کے نام خط بھی کہیں سے کتابی شکل میں چھپ چکا ہے۔

السلام علیکم ! ''قومی زبان--- خصوصی اشاعت'' بہت اچھا لگا' مجھے پہلے سے اس کا علم نہ ہو سکا' ورنہ ضرور اس کے لیے کچھ لکھتی۔

مرسلہ : اہلیہ کمال احمد خان' کراچی

بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ کی دینی تعلیمی
اور رفاہی خدمات کی جائزہ رپورٹ

اخبار السلام

اپریل 2018ء بمطابق رجب المرجب 1439ھ

انقرہ: ترک حکومت کی خصوصی دعوت پر بیت السلام کے سربراہ کی سالانہ تقریب میں شرکت

یہ تقریب ان لوگوں کے اعزاز میں منعقد کی گئی، جو جاں فشانی سے خدمتِ خلق میں مشغول رہتے ہیں، بیت السلام سمیت دنیا بھر سے چار اداروں کو شرکت کی خصوصی دعوت دی گئی

کراچی + انقرہ (نمائندہ خصوصی) ترک حکومت کی خصوصی دعوت پر بیت السلام ویلفیر ٹرسٹ کے سربراہ نے اپنے احباب کے ہمراہ اس سالانہ تقریب میں شرکت کی، جو تن من دھن اور جاں فشانی سے خدمتِ خلق میں مشغول رہنے والوں کے اعزاز میں منعقد کی گئی، یہ تقریب ہر سال 13 مارچ کو منعقد ہوتی ہے، دارالحکومت انقرہ میں ہونے والی اس باوقار تقریب سے ترک حکومت کے وزیر اعظم بن علی یلدرم اور صدر جناب رجب طیب اردوان سمیت کئی رہنماؤں نے خطاب کیا، اس باوقار تقریب میں قطر کے دو رفاہی اداروں قطر چیریٹی، راف قطر اور ملائشیا کے ایک رفاہی ادارے ماہم کو بھی شرکت کی خصوصی دعوت دی گئی تھی۔ بیت السلام کے سربراہ مولانا عبدالستار حفظہُ اللہ نے اپنے احباب کے ہمراہ اس تقریب میں شرکت کے ساتھ مظلومینِ شام سے مدد اور تعاون کے لیے ترک حکام اور رفاہی اداروں سے خصوصی ملاقاتیں کیں۔

روہنگیا مہاجرین کے لیے سولر لائٹوں کے کنٹینر پہنچ گئے

مہاجرین کی خیمہ بستیوں کو روشن کرنے کے لیے یہ لائٹیں ترک اداروں کے توسط سے بھیجی گئیں

کراچی (پ ر) بیت السلام ویلفیر ٹرسٹ نے ترک ہلالِ احمر (کزلے) اور دیانت فاؤنڈیشن کے توسط سے روہنگیا مہاجرین کے لیے سولر لائٹوں کے جو دو کنٹینر بھیجے تھے، وہ بنگلا دیش اور برما کے سنگم پر واقع پناہ گزین کیمپوں کے صدر مقام پہنچ چکے اور کیمپ نگرانوں کے ذریعے ان کی تقسیم جاری ہے تقریباً تیس ہزار خیمے ان لائٹوں سے مستفید ہو سکیں گے۔

بیت السلام ترک ہلال احمر کے ذریعے مظلومینِ غوطہ کے لیے پکا پکایا کھانا پہنچا رہا ہے

روزانہ ہزاروں افراد کے لیے پکا پکایا کھانا پہنچانے کے ساتھ ساتھ طبّی امدادی مہم بھی شروع کی جا رہی ہے، دیگر بنیادی ضروریات کے انتظامات کیے جا رہے ہیں

کراچی (پ ر) غوطہ میں ظالمانہ حملوں اور قتلِ عام کے بعد بیت السلام ترک ہلال احمر (کزلے) کے ذریعے روزانہ ہزاروں افراد کے لیے پکے پکائے کھانے کی شکل میں امدادی خدمات جاری رکھے ہوئے ہے۔ علاوہ ازیں طبّی امدادی کیمپوں اور دیگر بنیادی ضروریات کے لیے بھی انطامات کیے جا رہے ہیں، دریں اثنا تقریباً پچیس ہزار چادریں اور دس ہزار سے زیادہ جوڑے کپڑے لے کر بیت السلام کے 5 امدادی کنٹینر ترکی پہنچ گئے، یہ سامان مختلف کیمپوں میں حسبِ ضرورت تقسیم کیا جائے گا۔

تھرپارکر: 100 سے زیادہ گھرانوں کے لیے آٹھ فٹ گہرا ٹینک

سے زیادہ گھرانے مستفید ہوں گے۔ خرچ تقریباً 5 لاکھ 100

یہ ٹینک تھرپارکر (ضلع عمر کوٹ) کے علاقے میں بنایا گیا ہے۔ جس سے 100 سے زیادہ گھرانے فائدہ حاصل کر سکیں گے۔ اس ٹینک کی گہرائی آٹھ فٹ رکھی گئی ہے، چار فٹ زمین کے اندر اور چار ہی فٹ زمین کے باہر رکھا گیا ہے، سرحدی علاقے میں فوجی چھاؤنی کے لیے بچھائی گئی پانی کی پائپ لائن سے اس ٹینک تک پانی کا پائپ بچھایا جا رہا ہے۔ پائپ اور ٹینک کی تعمیر پر تقریباً پانچ لاکھ روپے خرچ کا تخمینہ لگایا گیا۔ بیت السلام نے اہلِ علاقہ کی ضرورت کے پیشِ نظر اس ٹینک کی تعمیر کروانے کا فیصلہ کیا۔ ملک کے کئی علاقوں میں پانی کے لیے کنویں، تالاب اور اس طرح کے ٹینکوں کی تعمیر بیت السلام کے مستقل منصوبہ جات میں شامل ہے۔

J.
POUR FEMME
EAU DE PARFUM
J.
FRAGRANCES
POUR FEMME
An elusive fragrance, J. Pour Femme reflects the persona and charisma of a woman who is determined and self reliant. It is the best pick of this summer, for those who value their uniqueness and individuality.

Brighto
Inspired by Nature
Brighto AllColor
Antiqua Polish Plaster
Silky Smooth
Perlata
Luxury Magnified
Velvet
Revisiting the Classic Age
Perlex
Majestic Walls
Brighto
Decor assumes a different meaning with Brighto Special Coatings
They give your living space a prestigious decorative finish by creating
a world of beauty, luxury and sophistication
brighto.paints | Toll free 08000-1973 | BrightoPaintsPK | www.brightopaints.com
Brighto PAINTS